چار یار

مصنف عبدالکریم مشتاق

45

چار یار

مؤلفہ

عبدالکریم مشتاق

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی ناشران و تاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ اثنا عشری مسجد کھارادر۔ کراچی ۲

جملہ حقوق ترجمہ و تالیف بحق ناشر محفوظ ہیں

معنون

میں بندۂ حقیر، شرمندہ و عاجز، پُرتقصیر اپنی یہ ادنیٰ خدمت یاران رسولؐ حضرات علی علیہ السلام، ابو ذر غفاریؓ، مقدادؓ اور مولیٰ رسول، سلمانؓ الفارسی کے اسمائے مبارکہ سے معنون کرتا ہوں اور ان حقیقی چار یاروں کے وسیلے سے بارگاہ رب العالمین میں ملتجی ہوں کہ وہ تمام مسلمانوں میں سچی محبت، یقین محکم، باہمی اتحاد اور قرآنی نظم و ضبط پیدا کرے۔ (آمین)

احقر العباد
عبدالکریم مشتاق

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	معنون	۳	۱۵	حدیث نجوم	۴۸
۲	چار یارؓ رسولؐ	۱۴	۱۶	مقدمہ چہارم	۴۸
۳	مقدمہ اوّل	۱۶	۱۷	صحابی کی تعریف اور صحابہ میں باہمی فرق	۶۰
۴	اخفائے فضائل	۱۹			
۵	مقدمہ دوم	۱۹	۱۸	اوّل یار رسول حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب	۶۹
۶	خوف غلطی	۲۶			
۷	ترک حلیت اخفائے فضائل مخالفین کے لئے نہ تھا	۲۷	۱۹	دوم یار رسول حضرت ابو ذر الصدّیقؓ	۸۱
۸	گزشتہ امتوں کی غلط مثال	۲۸	۲۰	نام و نسب و حلیہ	۸۴
۹	احادیث فضائل علیؑ اور شیعان علیؑ کی تضیع اور توصیف حضرات ثلاثہ کی وضعیت	۳۱	۲۱	عہد جاہلیت کے مختصر حالات	۸۴
			۲۲	قبول اسلام	۹۱
			۲۳	ابو ذرؓ کی تبلیغی خدمات	۹۵
۱۰	موضوع احادیث فضائل برائے مغالطہ	۳۴	۲۴	محبت رسولؐ کا نشانی واقعہ	۱۰۲
			۲۵	بشارت جنت	۱۰۳
۱۱	مقدمہ سوم	۳۷	۲۶	محافظ شیر	۱۰۴
۱۲	کسوٹی	۳۹	۲۷	اسلامی اخلاق و عادات	۱۰۷
۱۳	جھوٹ ۱	۴۲	۲۸	شبیہ عیسیٰؑ	۱۰۸
۱۴	جھوٹ ۲	۴۴	۲۹	صدق ابو ذرؓ	۱۱۲

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۰	خطبہ دیر مران	۱۱۷	۳۹	وجۂ عتاب حکومت	۱۳۸
۳۱	اللہ فقیر عثمان غنی	۱۲۰	۴۰	الف قرآن	۱۴۰
۳۲	سوم یار حضرت مقدادؓ بن اسود	۱۲۶	۴۱	خصوصی امتیاز	۱۴۰
۳۳	سات وسیلے	۱۲۸	۴۲	چہارم یار نبی لقمان امت حضرت سلمانؓ الفارسی	۱۴۱
۳۴	مثیل میکائیلؑ	۱۲۹	۴۳	ابتدائی حالات	۱۴۴
۳۵	جنت کا اشتیاق	۱۳۰	۴۴	علمی مقام	۱۵۴
۳۶	محفوظ عن الشک	۱۳۲	۴۵	جہاد	۱۶۱
۳۷	عہدِ مقدودہ	۱۳۲	۴۶	حضرت سلمان اور یہودی جماعت کا امتحان	۱۷۳
۳۸	مختصر حالات	۱۳۵			

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام اہل ایمان کو یہ حکم دیا ہے کہ

"یا ایھا الذین امنوا لا تتولوا قوماً غضب اللہ علیھم" الخ

اے ایمان والو جن لوگوں پر اللہ نے اپنا غضب ڈھایا ہے اُن سے محبت مت رکھو

(سورۃ الممتحنہ پارہ ۲۸ آیت ۱۳)

ہم شیعہ امامیہ اثنا عشریہ پر عرصہ دراز سے یہ الزام بے بنیاد عائد کیا جارہا ہے کہ شیعہ تمام صحابہ کو بُرا جانتے ہیں، معاذ اللہ ان کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ آج تک مخالفین اپنے اس دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے کیونکہ بحمد للہ دلجوئی ہم تمام نیک و عدل پسند رفقاء رسولؐ کو نہ صرف عقیدۃً بزرگ مانتے ہیں بلکہ اُن کو ہدایت کا نشان تسلیم کرتے ہیں البتہ ہم اُن حضرات سے محبت نہیں رکھتے جو مغضوب خدا قرار پائے اور ہمارا یہ مختار قرآن حکیم کی نص جلی کی متابعت میں ہے جیساکہ مندرجہ بالا آیت وانی ہدایت کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ صحابی کے دو معنی ہیں یعنی ایک تعریف عام کہ جو کوئی بھی صحبت رسولؐ خدا میں پہنچا وہ صحابی ہے اور دوسری تعریف خاص ہے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور حالت ایمان میں دُنیا سے رخصت ہوا۔

اسی مؤخر الذکر تعریف کو ملحوظ رکھتے ہوئے اہل تشیع اصحابِ رضؓ رسولؐ کو محترم و معظم تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان ہی رفقاءؓ پیغمبرؐ کی تعریف ایمان اور مدح اعمال صالحہ بیان ہوئی ہیں۔ اسی طرح اول الذکر اشخاص کی مذمت (نفاق و کفر و ارتداد وغیرہ کی وجہ سے) کلام پاک میں مذکور ہے۔ اسی طرح کتب احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں باب الفتن میں ایسے ہی اصحاب کا تذکرہ موجود ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان سے بےزاری فرمائیں گے۔

ایسے مقدوحانہ اور ممدوحانہ اقتباسات کی قرآن و احادیث میں موجودگی بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب میں مومن و منافق ہر دو طرح کے اشخاص تھے لیس "کل"، کو بُرا جاننے والا مذہب امامیہ کی رُو سے ملّت اسلامیہ سے ہی باہر ہے کیونکہ وہ منکرِ قرآن ہے۔ اسی طرح "کل" سے محبت کرنے والا اور تمام کو "عدول"، سمجھنے والا مخالف قرآن اور منکرِ حکم خدا ہے جیسا کہ اُوپر نقل کردہ آیت سے صاف ظاہر ہے۔

پس توفیق الٰہیہ کے طفیل شیعوں نے بتمسّکِ ثقلین اچھے اور بُرے میں تمیز کر لی اور پوری احتیاط سے اُن لوگوں سے محبت نہ کی جو ازروئے قرآن مغضوب قرار پاتے ہیں۔ اہل شیعہ نے اس اُصول کی پابندی کی کہ جن لوگوں سے ثقل دوم (اہل بیت رسولؐ) نے بےزاری اختیار کی انکی طرف نگاہ محبت نہ اٹھائی۔ ہم نے جانچ پڑتال کا یہ معیار اختیار کیا کہ جس نے اہل بیت رسولؐ سے محبت رکھی ہم نے اُسے مومن کامل و فرد متقی مانا اور جس جس نے ثقل دوم

سے عداوت رکھی ہم بھی اُس سے نفرت کرتے ہیں۔

اہل سنّۃ والجماعۃ کے قطب العالم حضرت مولوی رشید احمد گنگوہی نے ہمارے خلاف ایک کتاب "ھدایۃ الشیعہ"، نامی تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں حضرت صاحب رقم کرتے ہیں کہ

"لاریب اہلسنّت صحابی اس کو کہتے ہیں کہ با سلام خدمت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہوا اور بایمان انتقال کیا اور مُرتد ہو کر مرنے والے کو صحابی نہیں کہتے"۔ (ھدایۃ الشیعہ ص۲۲)

پس یہی عقیدہ شیعوں کا ہے، پھر اختلاف کیسا؟

اسی کتاب میں گنگوہی صاحب آگے جا کر لکھتے ہیں کہ

"اور بعض منافق بھی صحابہ میں ملے ہوئے تھے۔ ہرچند ان کے نفاق کی خبر صحابہ کو تھی مگر حکم ظاہر پر تھا اور انجام کار سب مُمیّز ہو گئے تھے کسی کا حال مخفی نہ رہا تھا۔ (ھدایۃ الشیعہ ص۵۷)

اَب خود فیصلہ کر لیا جائے کہ ایسے منافقین لائق تعظیم ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ حالانکہ دائرہ اصحاب میں داخل تھے۔ اگر یہ لوگ کسی عزت کے مستحق نہ تھے تو پھر "سب کے احترام"، کی پابندی کیونکر مستحسن قرار پائے گی۔؟

مجھے یہ لکھتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے مخالفین نے ہمارے خلاف کس قدر بےہودہ اور من گھڑت پروپیگنڈا کر رکھا ہے کہ "شیعہ اصحاب کو نہیں مانتے"، لوگ بلا تحقیق یہ تہمت ہم پر باندھتے ہیں اور ہماری صفائی پر کان دھرنا گناہ سمجھتے ہیں اگر ہماری معروضات سماعت فرمائی جائیں تو بڑی آسانی سے اُن وجوہات سے آگاہی ہو سکتی

ہے جو اس نزاع کا باعث ہیں۔ معمولی سا غور و فکر حق و باطل کی تمیز کرنے میں کافی ہو سکتا ہے۔

یاد رکھیں! ہادی عالمین۔ رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّت حمیدہ کو دو وسیلوں کے سُپرد کیا ہے اوّل کتاب اللہ (قرآن) اور دوم عترت نبیؐ اہل بیت رسولؐ۔ جیسا کہ حدیث ثقلین کی تائید میں شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثناء عشریہ میں تحریر کیا ہے۔ پس اسی کے تحت شیعہ ہر اس ہستی کا احترام کرتے ہیں جو ان فرمودہ رسولؐ ثقلین سے وابستہ ہو۔ اور جس نے ان کو چھوڑا اُسے شیعوں نے بھی چھوڑ دیا۔ اب جب کبھی یہ سوال آجائے کہ فلاں بزرگ کو شیعہ واجب التعظیم نہیں سمجھتے تو سمجھ لیجئے کہ فریق مخالف ہی کی قوی شہادت کی بناء پر اسی فرد پر یہ الزام ہے کہ اس نے حکم رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہوئے تمسّک بالثقلین کا حکم نہیں مانا۔ یا تو وہ مخدومۂ کونین، خاتون جنّت، سیدۂ طاہرہ کی ناراضگی کا باعث ہوا اور مغضوبین کے زمرے میں آگیا کیونکہ بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا "فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اُسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کر لیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا۔"

یا پھر کسی نے صرف ایک ہی ثقل کتاب اللہ کو کافی کہہ کر دوسرے ثقل سے عداوت کر کے نافرمانی رسولؐ کی۔ کوئی ثقل اوّل کو نذرِ آتش کر کے توہین ثقلین کا مرتکب ہوا اور کچھ ایسے نڈر ہوئے کہ اہل بیتؑ سے رزم آرائی کر کے خدا اور رسولِ خدا سے لڑائی مول لی۔ المختصر

بلاوجہ و جواز محکم ہم کسی سے عداوت نہیں رکھتے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ شر پسند لوگ ہم پر یہ بلاوجہ اتہام طرازی کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی عزت نہیں کرتے حالانکہ ہم ان ذوات بابرکات کے واسطے سے اپنی دعائیں بارگاہ سامع الدعوات میں عرض کرتے ہیں چنانچہ سیّد الساجدین، امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات جو صحیفہ کاملہ میں منقول ہیں اس بات کا ناقابل انکار ثبوت ہے کہ ہم صحابہؓ رسولؐ کے شیدائی اور حبدار ہیں۔ ان کے مراتب جلیلہ کے معترف اور فضائل و مناقب کے معتقد ہیں۔ عبارت مندرجہ ذیل کی نقل کے بعد ہم پر اصحاب دشمنی کے بہتان کی قلعی سب پر کھل جاتی ہے چنانچہ ارشاد معصومؑ ہے کہ

"خداوندا! رحمت نازل فرما اصحابؓ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنھوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا۔ جنھوں نے ہر طرح کے مصائب اور تکالیف کو ان کی اعانت میں گوارہ کیا۔ جنھوں نے ملکر اُن کی امداد میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اور جنھوں نے اُن کی رسالت تسلیم کرنے میں جلدی فرمائی۔ اور ان کی دعوت کی اجابت میں سبقت کی۔ جب ان کو رسولؐ خدا نے اپنی رسالت کی حجّتیں بتائیں تو انھوں نے بلا توقف قبول کیا۔ اور اُن کے کلمات ظاہر کرنے میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑا۔ اُن کی نبوّت کے اظہار میں اپنے آباء و اولاد کو قتل کیا۔ جب ان لوگوں نے دامن رسولؐ تھاما تو ان کے کنبے و خاندان کے افراد نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور جب وہ پیغمبرؐ کی قربت

میں آئے تو ان کے رشتہ داروں نے ان سے ناطے توڑ لئے۔ پس خدایا!
مت بھول تو ان باتوں کو جو اصحابؓ پیغمبرؐ نے تیرے لئے چھوڑا اور راضی
کر دینا ان کو تو اپنی رضامندی سے اس لئے کہ انھوں نے خلقت خدا
کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے رسولؐ کے ساتھ دعوت دین اسلام
کا حق ادا کر دیا۔ الٰہی! وہ شکر کرنے کے لائق ہیں کہ اُنھوں نے اپنی
قوم اور خانوادے اپنے گھر و وطن کو تیری خاطر چھوڑا، اپنے عیش و
آرام کو ترک کر کے ضیق معاش کو تیرے لئے اختیار کیا اور خداوندا!
ان کے تابعین کو جزائے خیر دے۔ جو دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار
ہماری مغفرت کر اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں
سبقت لے گئے ہیں وہ تابعین ایسے ہیں کہ ان اصحابؓ کے نقش قدم
پر چلتے ہیں۔ اور ان کے نشانات کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی
ہدایت کی اقتدا کرتے ہیں جن کو کوئی شک ان کی نصرت میں نہیں آتا
جن کے دل میں کوئی شبہ ان کے آثار کی پیروی میں نہیں آتا
کیسے تابعین جو معاون و مددگار اصحابؓ کے ہیں۔ جو ان کی ہدایت
کے مطابق رہتے ہیں۔ اور ان کے موافق ہدایت پاتے ہیں۔ اور جو اصحابؓ
سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ اصحاب نے انھیں پہنچایا اس میں ان پر
کچھ تہمت نہیں کرتے۔ خدایا رحمت نازل کر ان اصحابؓ کی اتباع
کرنے والوں پر آج کے دن جس میں ہم (موجود) ہیں تا قیامت اور
ان کی ازواج و اولاد پر۔ (آمین)

ان مراتب و فضائل کے ہوتے ہوئے اگر کوئی ہم پر نفرین صحابہ
کی تہمت باندھے تو اس کا سبب عداوت بے معنی نہیں تو اور کیا ہے؟

بار الٰہا! تجھے معلوم ہے کہ ہم اس الزام سے بری ہیں۔ لہٰذا ہم
یہ معاملہ تیری جانب لوٹاتے ہیں اور تجھے تیرے محبوب رسولؐ کے منظور نظر
اصحابؓ کا واسطہ دیتے ہیں کہ حق و باطل کا فیصلہ فرما۔

انا من المجرمین منتقمین۔

ہمارے مخالفین نے یہاں تک زبان درازی کی ہے کہ شیعہ
تمام اصحاب کو مرتد سمجھتے ہیں حالانکہ ہمارا ایمان ہے کہ آئمہ معصومین
علیہم السلام کے بعد اصحاب رسولؐ کا درجہ تمام امت سے بلند
ہے لیکن ہم صحابی کہتے ہی اس فرد کامل کو ہیں جو اظہار اقوال کی
بناء پر حالات ایمان میں حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے
دائرہ صحبت میں تشریف لایا اور مومن ہی فوت ہوا۔ مطلب ہمارے
مختار کا صاف ہے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں رسولؐ مقبول سے ملاقات
کے بعد عہد رسولؐ یا بعد عہد رسولؐ ایمان کی حالت میں فوت
ہوا صحابی کہلانے کا حق ہی اس مرد ناجی کو ہے۔ اس کے برعکس
جس کسی کا خاتمہ بالخیر نہ ہوگا وہ شرف صحابیت کی دنیوی و اخروی
مراعات سے محروم ہوگا۔ ویسے تو کتب فریقین میں صحابہ کی تعداد
ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس تک مرقوم ہوئی ہے لیکن ان میں مدارج
کے لحاظ سے یقیناً مراتب کا فرق ہے۔

علامہ ابن قتیبہ کی تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل سترہ (١٧) اصحاب النبیؐ
کو امتیاز حاصل تھا۔

١۔ حضرت سلمان فارسی ٢۔ حضرت ابوذر غفاری ٣۔ حضرت
مقداد بن اسود ٤۔ حضرت عمار بن یاسر ٥۔ حضرت خالد بن سعید

۶۔ حضرت بریدہ اسلمی ۷۔ حضرت ابی بن کعب ۸۔ حضرت خذیمہ بن ثابت ۹۔ حضرت سہل بن حنیف ۱۰۔ حضرت عثمان بن حنیف ۱۱۔ حضرت ابوایوب انصاری ۱۲۔ حضرت خذیفہ بن یمان ۱۳۔ حضرت سعد بن یمان ۱۴۔ حضرت قیس بن سعد ۱۵۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ ۱۷۔ حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حجتہ الاسلام سرکار علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء اعلی اللہ مقامہ نے اس سلسلہ میں تین سو۳۰۰ نفوس کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ نوری نے حضرت سلمان فارسیؓ۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ ابوسامانی۔ خذیفہؓ اور ابوعمرہؓ کو ممتاز صحابہ میں شمار کیا ہے۔

امام اہلسنت علامہ ابوحاتمؒ سجستانی بصری بغدادی اپنی کتاب "الزینت" میں لکھتے ہیں کہ عہد رسولؐ میں جو لفظ سب سے پہلے متداول اور مشہور ہوا وہ "شیعہ" ہے اور یہ لفظ (شیعہ) رسولؐ کے چار صحابہؓ حضرات سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم کا طرۂ امتیاز بن گیا تھا (روح القرآن صہ۹۹)

اس تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ رسولؐ میں صحابہ کرام کا ایک گروہ ایسا موجود تھا جو خود کو شیعہ کہلواتے تھے پس لقب شیعہ قدامت تاریخ کے لحاظ سے مقدم ٹھہرا اور شیعوں کا وجود دور رسالت مآبؐ میں ثابت ہو گیا۔

الغرض ہم اپنے دین و مذہب میں کسی شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہیں نہ ہی ہم صحابہؓ رسولؐ کے مراتب میں فرق و تمیز کرنے

میں ارشاد خداوندی کے مخالف ہیں۔ حلقہ اصحاب میں جو صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم صداقت شعار اور حق پرست تھے ہم ان کی پیروی کرتے ہیں۔ جو صحابہ متمسک بالثقلین تھے اور صفات حسنہ سے متصف تھے انھیں محبوب و دوست رکھتے ہیں البتہ ہماری پرخاش اُن دوست نما اصحاب سے ہے جنھوں نے خدا و رسولؐ خدا سے خیانت کی ہم ایسے لوگوں کی پیروی کرنا دین حق سے غداری سمجھتے ہیں۔ پس ہم ظالم نام نہاد صحابہ پر اعتماد نہیں کرتے نہ ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں کہ انھوں نے خدا اور رسولؐ کے ساتھ دشمنی کی۔

جب مخالفین مذہب اہل بیتؑ ہمارے مسلک میں کوئی اور خامی تلاش کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر وہ ایسی جھوٹی تہمتیں باندھنے میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں اور اس قسم کی رقیق باتیں ہم سے منسوب کرتے ہیں جن کا تصور بھی صحیح الدماغ شخص نہیں کر سکتا چنانچہ ایسا ہی اوچھا ہتھیار ہمارے خلاف یہ استعمال کیا جاتا رہا ہے کہ شیعہ تمام صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں اور یاران رسولؐ کو گالیاں بکتے ہیں۔

ہم نے اس مسئلہ پر اس کتاب میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور مدلل و نیرین مباحثوں سے اپنے موقف کو پیش خدمت کیا ہے نیز عالی مرتبت اصحاب رسولؐ میں سے چار جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ جس سے انشا اللہ مخالفین یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ شیعوں پر یہ بے ہودہ الزام کہ وہ صحابہ کے منکر ہیں اور تمام صحابیوں کو معاذ اللہ کافر سمجھتے ہیں قطعاً غلط اور

سراسر بہتان ہے۔ یہ بات محض تعصب و فرقہ وارانہ ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ ذوق سلیم رکھنے والے قارئین پر اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ مخالفین نے یہ چال کس ہوشیاری سے چلی اور اس کا پس منظر کیا تھا۔

آغاز کتاب سے قبل ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ براہِ خدا کسی بات کو زبان سے ادا کرنے سے پہلے اس پر سوچ بچار کر لیا کریں۔ اور جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کیا کریں۔ اسلاف کی کورانہ تقلید اور غلط قیاسات کبھی ہدایت کے معاون نہیں ہوتے ہیں لہٰذا باہمی اتحاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی پر الزام دینے سے پہلے اس کی مکمل چھان بین کر لیا کریں نیز سازشی چالوں اور مستورہ ریشہ دوانیوں سے خبردار رہا کریں کیونکہ اسی طریقہ سے اُمت میں اتحاد و یک جہتی اور باہمی اخوت برقرار رہ سکتی ہے جو اس وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے اور ہماری ملت اب مزید کسی انتشار و فساد کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے۔ اب جذبات کے ساتھ ساتھ اصلاحات کی بھی ضرورت ہے اور قوم کی ترقی و استقلال کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب موعظہ حسنہ کی تعلیم اسلام پر عمل کریں اور لا اکراہ فی الدین کے قرآنی حکم کو ہمیشہ یاد رکھیں شکریہ

ملتجی
عبدالکریم مشتاق

چار یارِ رسولؐ

عن ابن بریدۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم ان اللہ امرنی بحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبہم قیل یا رسول اللہ سمہم لنا قال علی منہم یقول ذلک ثلاثا وابوذر والمقداد وسلمان وامرنی بحبہم واخبرنی انہ یحبہم۔

(جامع ترمذی جلد دوم ص ۲۱۳ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ)

"حضرت ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالے نے مجھے چار شخصوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ میں (اللہ) بھی ان (چاروں) کو دوست رکھتا ہوں۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ان کے نام ہم کو بتلائیں (رسول اللہ نے) فرمایا علیؑ اُن میں سے ہے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا اور حضرت ابوذر (غفاری) حضرت مقداد (بن اسود) اور حضرت سلمان (فارسی) اور حضورؐ نے مجھے (راوی کو) ان کی محبت کا حکم دیا ہے۔ اور خبر دی ہے کہ میں بھی ان کو اپنا یار رکھتا ہوں۔"

حدیث منقولہ بالا میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چار یاروں کا تعارف اس جامع انداز میں کروایا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی جو کسی غیر معصوم ہستی کو نصیب ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چار بزرگواروں کی محبت کا حکم صادر فرمایا ہے اور ان کو اپنا دوست قرار دیا ہے اور رسولؐ کو بھی تاکید فرمائی ہے کہ وہ ان کو اپنا یار بنائے رکھے۔

مقام افسوس ہے کہ ایسے عظیم مرتبت اصحاب رسولؐ کے فضائل ومناقب کو اتنے پردوں میں ڈھانپا جا چکا ہے کہ عام مسلمان ان یارانِ خدا و رسولؐ کے اسماءِ مبارکہ سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ان کے کمالات واعزازات کا اخفاء نہایت گھناؤنی محلاتی سازش کے تحت ضروری ہوا اور ایسے ایسے بندوبست کیے گئے کہ ان نجومِ ہدایت کی روشنی ماند پڑ جائے مگر باوجود لاکھ حیلہ جوئی کے مخالفین کی تمام تدابیر الٹی ہو گئیں اور ان جلیل القدر اصحاب رسولؐ کے قدموں کے نشانات کی پیروی کے بغیر راہ ہدایت نصیب نہ ہو سکی۔ ہم مسرور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ یارانِ خدا و رسولؐ کی درگاہوں میں نذرانۂ عقیدت پیش کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان مقتدر نفوس کی تعریف و توصیف ہم جیسے ناقص بندوں کے بس کی بات نہیں ہے جبکہ ان گرامی قدر حضرات کی مدح سرائی خداوند قدوس نے اپنے کلام پاک میں فرمائی اور رسول مقدس نے ان کے تقدس کی قصیدہ خوانی اپنی احادیث پاک کے ذریعے فرمائی۔ آئمہ طاہرینؑ نے اپنی زبان مطہر سے ان متبرک ہستیوں سے محبت و عقیدت رکھنے کی تائید کی۔ تاہم حصول ثواب کی خاطر ہم ان برگزیدہ محبوبانِ خدا و رسولؐ کے ساتھ اپنی عقیدت کے جذبات کا اظہار کرنے میں دلی مسرت اور قلبی فرحت محسوس کر رہے ہیں۔ اور یقین واثق رکھتے ہیں کہ ہماری یہ ادنیٰ سی خدمت مقبول ہوگی۔

قبل اس کے ہم یارانِ رسولؐ کے مناقب نقل کریں ضروری خیال کرتے ہیں کہ چند مقدمات پیش کریں جن میں ان مسائل کا تصفیہ ہو جائے کہ کیا وجہ ہے کہ ایسی بلند پایہ ہستیوں کو وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جس کا یہ استحقاق محفوظ رکھتے ہیں اور ان کے غیروں کو ان پر

فوقیت کیوں دی جانے لگی ہے۔ اس بات کا سبب کیا تھا کہ زمانۂ رسولؐ میں ان اصحاب باوفا کو جو مقامات عالیہ نصیب تھے بعد میں ان کی قدر نہ کی گئی۔ امت حمیدہ کے ان درخشندہ ستاروں کی روشنی کے مدھم پڑ جانے کا باعث کیا ہوا۔ اور کیوں بے جرم و خطا ان یارانِ رسولؐ سے بے اعتنائی کا سلوک کیا گیا چونکہ اس قسم کے سوالات خصوصی اہمیت رکھتے ہیں اس لئے ان پر حسب استطاعت گفتگو کرنا ضروری سمجھتے ہیں

مقدمہ اوّل

اگر ہم تاریخ عالم کا مطالعہ باریک بینی سے کریں تو یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تمام عظیم الشان مدبرین سلطنت کی سیاست کے دو مشترکہ اصول اساسی تھے۔ جو ان کی کامیابی کے راز تھے پہلا یہ کہ "اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر ہر ایک امر ماسوا کی طرف سے مطلقاً بے توجہی اختیار کر کے اس کو قطعاً نظر انداز کر دینا"۔ مذہب اور محبت دو بڑی طاقتیں ہیں لیکن ان فرماں رواؤں نے ان طاقتوں کو بھی مفلوج بنا کر اپنا سکہ جمایا۔ دوسرا یہ کہ "اپنے ارادہ اور دلی راز کو اس طرح خفیہ رکھنا، کہ عوام الناس کو اس کی بھنک بھی نہ لگے۔ اگر ایماندارانہ رائے قائم کی جائے تو میرے خیال میں جو کمال سلطنت اسلامیہ کے پہلے بادشاہوں خصوصاً حضرت عمر بن خطاب کو اس ہنر میں حاصل ہوا دنیا کے کسی بھی حکمران کو نصیب نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ آج کے مغربی سیاستدان بھی اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب ہم فاروق اعظم اہل سنت کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ساری عمر اس مقصد کے حاصل کرنے میں گزار دی۔ مرتے مر گئے مگر سوائے چند مقرب افراد کے انھوں نے عوام الناس پر اپنا مقصد نہ ظاہر ہونے دیا۔ یہ بلاشبہ دنیوی سیاست اور طرز جہاں بانی کا آخری درجہ کمال ہے حضرت عمر کو جن لوگوں سے سیاسی اختلاف

بھی ہوتا تھا آپ ظاہری طور پر اُن سے خیر خواہی کا دم بھرتے تھے مثلاً حضرت علیؑ سے اُن کو مسئلہ خلافت میں اتفاق نہ تھا مگر پھر بھی وہ اُن کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے آپ کی اس عاقلانہ سیاست کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت عمر کو حضرت علیؑ کی عزت و توقیر کرتے دیکھ کر پوچھ لیا کہ آپ (عمر) جتنی تعظیم و تکریم علیؑ بن ابی طالب کی کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کرتے حضرت عمر نے جواب دیا کہ کیوں نہ کروں کیونکہ وہ تو میرا بھی مولا ہے۔ اور تمام مومنین و مومنات کا مولا ہے حضرت عمر بن خطاب نے کس خوبی سے یہ تاثر پیش کر دیا کہ غدیر خم والی جو روایت لوگوں میں چل رہی ہے وہ تو کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں فقط اتنا ہے کہ علیؑ مولا ہے۔ اور مولا کے معنی حاکم نہیں، حاکم میں ہوں، مولا علیؑ ہے۔ لاکھ جتن کر لو۔ ہزاروں کتابیں لکھ ڈالو مگر وہ اثر نہ ہوگا جو جناب ابن خطاب کے اس ایک جملہ سے ہو گیا۔ اگر حضرت عمر اس پر علمی بحث کرنا شروع کرتے تو لوگ سمجھ جاتے کہ اب تخت پر قابض ہو کر الٹی سیدھی تاویلوں پر اتر آئے ہیں۔ مگر ان کے اس طرز عمل اور اس تشریح سے لوگوں کے دلوں پر بہت اثر ہوا۔ ان کو معلوم ہوا کہ ایک آدمی مولا و آقا بھی ہو سکتا ہے اور جس کا مولا و آقا ہے اس کا محکوم بھی ہو سکتا ہے ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو عمر جو علیؑ کی اتنی عزت کرتے تھے ایک لمحے کے لئے بھی علیؑ کی موجودگی میں مسند حکومت پر نہ بیٹھتے۔ اس ظاہری تعظیم و تکریم کی ایک اور سیاسی وجہ بھی تھی کہ ابھی وہ وقت نہ آیا تھا کہ ہر وقت و ہر طرح علیؑ کی توہین ہو سکے۔ دعویٰ فدک کے باعث عوام میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا لہٰذا سیاسی تدبّر ایسے حالات میں دو تقاضے کرتا تھا یا تو فریق مخالف کا کام تمام کر دیا جائے یا پھر ظاہری وضعداری حسن و خوبی سے

جاری رکھی جائے۔ کیونکہ اگر زیادہ تنگ کیا جاتا تو نتیجتہً تنگ آمد بجنگ آمد کا احتمال تھا پھر حضرت علیؑ صاحب رسوخ بھی تو تھے لہٰذا حضرت علیؑ کی لوگوں میں عزت و وقعت کا لحاظ رکھنا ضروری تھا مگر جس خوبصورت سیاسی انداز سے آئندہ چشم پوشی کی گئی وہ سیاستدانوں سے داد تحسین حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اصحاب ثلاثہ کی سیاست ایک ہی تھی ایک کی کمی دوسرا پوری کر دیتا تھا۔ اور اس بحث کا محل اس کتاب میں موجود نہیں ہے۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ محض حصول و استحکام اقتدار کے لئے یہ تدبیر بروئے کار لائی گئی کہ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی اقدار کو پامال کیا جائے۔ عوام الناس کے دلوں سے اُن کی محبّت اور عقیدت ختم کر دی جائے اس کوشش میں علاوہ دیگر تراکیب کے ایک پر بڑی موثر و کارگر تدبیر آزمائی گئی کہ وہ قرآنی آیات جو حضرات اہل بیتؑ اور شیعان اہل بیتؑ کے حق میں نازل ہوئیں ان کی من گھڑت تاویلیں اور خود ساختہ تفاسیر مرتب کی گئیں اور بڑے محتاط طریقہ سے اُن کا اجراء کیا گیا۔ فضائل و مناقب کی احادیث کی اشاعت کو ممنوع قرار دیا گیا اور بارگاہ رسالتؐ سے عطا شدہ القابات کو غیر مستحق افراد کے حق میں غصب کر لیا گیا۔ صاحبان اقتدار کی شان میں جھوٹی احادیث وضع کی گئیں اور ان کی نشر و اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اس تدبیر سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ حقیقی بزرگوں کی معرفت سے بے بہرہ رہے اور بادشاہوں یا اُن کے حواریوں کے گن گانے لگے اور مخالفین حکومت مورد عتاب شاہی قرار پائے ان کو اس قدر گم نام بنا دیا گیا کہ آج لوگوں کو بعض ممتاز اصحاب رسولؐ کے ناموں سے بھی واقفیت نہیں ہے۔

اخفائے فضائل

مقدمہ دوم قرنِ اوّل میں کسی صحابی کے فضائل کا انحصار دو باتوں پر ہوتا تھا اوّل ارشادات رسولؐ جن میں فضائل کا ذکر ہو اور دوم خود اس صحابی کے سوانح حیات ۔ برسراقتدار طبقہ کی کوشش یہی رہی کہ حضرت علیؑ اور اُن کے ساتھی اصحاب کے متعلق ان دونوں اُمور کو لوگوں کی یاد سے محو کر دیا جائے سوانح حیات کے لئے تو آسان ترکیب تھی کہ ان کا ذکر ہی عام طور پر نہ کیا جائے اور لوگوں کو جاہ حشم اور مال و زر کی جانب متوجہ رکھا جائے اور جو جو واقعات و صفات و اعزازات زیادہ فضل و فخر کے قابل تھے ان صفات میں حقیقی متصف لوگوں کے برخلاف اپنے من پسند لوگوں کو ظاہر کیا جائے ۔ ہم خیال صحابہ کو دربارِ حکومت میں ترجیح دی جائے مثلاً حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت و بہادری کے چرچے عام تھے یہ شہرت حکومت کی نظر میں کھٹکی اس صفت کے مقابلہ میں نئے ہیرو پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ۔ لہٰذا یداللہ و اسداللہ کی بجائے سیف اللہ تیار کرنی پڑی جرنیلِ رسولؐ کو کسی جنگ میں شریک نہ کیا تاکہ ان کی صفت کرّاری و غیر فراری لوگوں کے سامنے نہ آئے ۔

اسی طرح دوسرا امر احادیث پیغمبرؐ دربارۂ فضائل ہے لہٰذا ان کی روک تھام کا مکمل بندوبست کیا گیا اس طرح کہ جبراً حکومت کی طاقت کے خوف سے اور درباری انعامات کے لالچ سے لوگوں کو ایسی احادیث بیان کرنے سے روکا گیا جن میں مخالفین حکومت کے فضائل کا تذکرہ تھا ۔ بلکہ ملکی قانون کے مطابق ایسی احادیث رسولؐ کی

نشر و اشاعت کو جرم قرار دیا گیا آج کی زبان میں پریس آرڈیننس سختی سے نافذ کیا گیا ۔ حکومت کی یہ پابندی صرف احادیث فضائل و مناقب ہی کے لئے نہ تھی بلکہ اہل بیتؑ رسولؐ اور ان کے رفقاء کے سوانح و واقعاتِ فضائل کا ذکر کرنا بھی ممنوع تھا ۔ اسی طرح ان احادیث فضائل کے مقابلہ میں ارکان حکومت اور ہم خیال صحابہ کے حق میں لاتعداد فرضی حدیثیں وضع کی گئیں اور اس وضعیت کی حوصلہ افزائی حکومت نے انعامات و اکرامات کی بارش کرنے کی حرص و لالچ دے دے کر ان کی خوب اشاعت کروائی ۔

یہ سب کچھ اس وقت کی حکومت کا دور اندیشانہ سیاسی کارنامہ تھا ۔ حضرت عمرؓ جن سے بڑا سیاستدان کوئی پیدا ہی نہیں ہو سکتا یہ حکمت عملی ان ہی کی مرہونِ منت تھی ۔ آپ نے اس سیاسی اُصول کی ابتدا کی ۔ ان کے بعد آنے والوں نے ان کے مقصد کو سمجھا اور اپنی کرسی اقتدار کو اس ہی مقصد کا محتاج پایا ۔ لہٰذا ان ہی اُصول و قواعد کی اپنے اپنے زمانہ و عہد کے مطابق تشکیل کر کے حضرت عمرؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کو اپنا فخر بلکہ باعث حیات سمجھا ۔ آج بھی جب کبھی کسی حکومت کو اپنے مخالفین کی زبانیں بند کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ ذرائع ابلاغ عامہ پر کنٹرول کرنا ضروری سمجھتی ہے ۔

صدرِ اول کی اسلامی حکومت ، عہد بنو اُمیّہ اور زمانہ بنی عباسیہ کا نصب العین ایک ہی تھا ۔ ان کے اقتدار کا مدار ایک مشترک اصول پر تھا ۔ حضرت ابو بکر کا مقابلہ حضرت علیؑ سے تھا ۔ اور حضرت عمر کے متعلق بھی حضرت علیؑ نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہا تھا کہ اگر تیرا باپ نہ ہوتا تو کوئی بھی میری مخالفت نہ کرتا ۔ اسی طرح

حضرت عثمان بن عفان اور معاویہ بن سفیان کا مقابلہ بھی حضرت علی علیہ السلام ہی سے تھا۔ لہٰذا مخالفت علیؑ ان ساری حکومتوں کا جزو مشترک ہوا۔ یہی حال عباسیوں کا رہا۔ صرف حالات کے تقاضے بدلتے رہے مثلاً حضرت عمر مجبور تھے اپنے گردوپیش کے حالات و واقعات کی وجہ سے لہٰذا انھوں نے حضرت علیؑ کو ٹھکانے لگانے کی تجویز مجلس شوریٰ کی پیچیدہ کارروائیوں سے خفیہ انداز میں بنائی لیکن جب (بقول محمود عباسی حضرت عمر کا پیرو کار) یزید لعین بن معاویہ تخت پر بیٹھا تو اس وقت حالات بہت بدل چکے تھے وہ علانیہ نواسۂ رسولؐ کو قتل کر دینے کا حکم دے سکتا تھا۔

یہی حالت احادیث کی تھی زمانہ معاویہ بن ابو سفیان میں لوگوں کی حالتیں بدل چکی تھیں اور عادتیں بھی تبدیل ہو گئی تھیں وہ مطلق العنان حاکم کی طرح یہ حکم پورے ملک میں دے سکتا تھا کہ کہ آل رسولؐ اور اُن کے شیعوں کے فضائل کی احادیث بیان نہ کی جائیں منبروں پر اُن کو بُرا بھلا کہا جائے اصحاب ثلاثہ کے حق میں احادیث وضع کی جائیں لیکن حضرت عمر اس قسم کی دیدہ دلیری نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے زمانہ کے حالات کے پیش نظر یہی سیاسی حکمت عملی تھی کہ بنیادی اُصول وضع کر دیا جائے چنانچہ اسی ہی اُصول کی بنا پر معاویہ نے اپنا حکم صادر کیا کیونکہ سیرت شیخین یہ تھی کہ حکومت کو چاہیئے کہ احادیث رسولؐ پر قبضہ کرے اور محض ان احادیث کی اشاعت کی اجازت دے جو حکومت کے حق میں مضر نہ ہوں اپنی مخالف احادیث کو ہر ممکن طریقے سے روکے بالکل اسی طرح جیسے آج کے زمانہ میں اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دی جاتی ہے۔ یا

حکومت پریس کنٹرول کی تدبیریں سوچتی ہے اور ٹرسٹ بنا کر اپنی من پسند خبروں کو چھاپنے کی اجازت دیتی ہے۔

بعد از رسولؐ مسلمان حکمرانوں کا احادیث رسولؐ کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا اور ان سے متعلق کس قسم کے احکامات جاری تھے یہ مشہور علامہ اہل سنت محمد الخضری کی زبانی سنئے جو انھوں نے اپنی کتاب "تاریخ التشریع الاسلامی میں ثبت فرمایا ہے۔

"حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں مراسیل ابن ابی ملیکہ سے یہ روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے ان لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ رسول اللہ صلعم سے ایسی حدیثیں روایت کرتے ہو جن میں تم لوگوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اور تمہارے بعد جو لوگ ہوں گے اُن میں اس سے بھی زیادہ اختلاف ہوگا۔ تم رسول اللہ صلعم سے کوئی حدیث روایت نہ کرو۔ جو شخص تم سے سوال کرے اس سے کہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھو۔" (تاریخ فقہ اسلامی مولوی عبدالسلام ندوی مطبع معارف دارالمصنفین سلسلہ ۳۰ صہ ۱۶۱)

"حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ شعبہ وغیرہ نے بیان سے اور بیان نے شعبی سے اور شعبی نے قرظہ بن کعب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ہم کو عراق کی طرف روانہ کیا تو ہمارے ساتھ خود بھی چلے اور فرمایا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں تمہاری مشایعت کر رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہماری عزت افزائی کے لئے بڑے اس کے ساتھ یہ بھی بات ہے کہ تم ایسی آبادی کے لوگوں کے پاس جاتے ہو جو شہد کی مکھیوں کی

طرح گنگنا گنگنا کر قرآن پڑھتے ہیں تو احادیث کی روایت کرکے ان کی تلاوت قرآن میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا صرف قرآن مجید پر بس کرو اور رسول اللہ سے روایت کم کرو۔ اور اس میں میں بھی تمھارا شریک ہوں چنانچہ جب قرظہ آئے تو لوگوں نے روایت حدیث کی خواہش کی انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو حضرت عمر نے اس کی ممانعت کی ھے "

(کتاب مذکورہ اردو ترجمہ تاریخ التشریع السلامی ص ۱۶۲)

ذرا داد دیجئے کہ کس قدر دور اندیش سیاسی پالیسی ہے۔ دور دور نزدیک کے علاقوں میں مسلمان پھیل رہے ہیں لشکر اسلامی آگے بڑھ رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حزب مخالف کے فضائل کی احادیث لوگوں میں پھیل جائیں اور لوگوں کو اُن پر غور و فکر کرنے کا موقعہ حاصل ہو جائے حضرت عمر نے تین حضرات یعنی اَبن مسعود۔ ابوالدرداء۔ اور ابومسعود انصاری کو محض اس وجہ سے قید کر دیا تھا کہ اُنھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کر دیں [۱]

اَب آگے سُنئے۔

"ابن علیہ نے رجائ ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت امیر معاویہ کہا کرتے تھے کہ تم لوگ بھی حدیث کے ساتھ وہی طرز عمل اختیار کرو جو حضرت عمر کے زمانہ میں جاری تھا کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کرنے کے متعلق لوگوں کو دھمکیاں دی تھیں۔

(کتاب مذکورہ ص ۱۶۳)

اور سماعت فرمائیے کہ

"حضرت عمر بن الخطاب نے احادیث کو لکھوانا چاہا اور اس

---

(۱) فقہ اسلامی ص ۱۶۲

بارے میں اصحاب رسول اللہ سے مشورہ کیا تو عام صحابہ نے اس کا مشورہ دیا لیکن وہ ایک مہینہ تک خود متیقن طور پر اس معاملہ میں استخارہ کرتے رہے اس کے بعد ایک دن انھوں نے یقینی رائے قائم کر لی اور فرمایا کہ میں نے جیسا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے تم سے تحریر احادیث کا ذکر کیا تھا پھر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ تم سے پہلے اہل کتاب میں سے بہت سے لوگوں نے کتاب اللہ کے ساتھ اور کتابیں لکھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان ہی کتابوں میں مشغول ہو گئے اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا۔ اس بُنیاد پر خدا کی قسم میں کتاب اللہ کو کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط نہ کروں گا۔ اس لئے انھوں نے تحریر احادیث کا کام چھوڑ دیا (کتاب مذکورہ ص ۱۶۳ ابن سعد نے اپنی طبقات میں بھی ایسی ہی روایت لکھی ہے)

ان منقولہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ احادیث رسول ص کے متعلق جو حضرت عمر کا رویّہ تھا اس کو معاویہ نے پسند کیا اور اسی پر عمل کیا۔ مولوی شبلی نعمانی کے مطابق حضرت ابوبکر نے پہلے احادیث جمع کرنے کا کام کیا اور تقریبًا پانسو احادیث اکٹھی کر لیں مگر بعد میں وہ بھی حضرت عمر کے ہم خیال ہو گئے اور ان حدیثوں کو آگ میں جلا دیا (ملاحظہ کریں الفاروق حصہ دوم) پس اب ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ معاویہ نے جو فضائل علیؑ و اہل بیتؑ اظہار کی احادیث کو مٹانے اور حضرات ثلاثہ کے حق میں حدیثیں وضع کرانے کا رویہ اختیار کیا تھا وہ دراصل حضرت عمر ہی کی پیروی تھی۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرات شیخین کا مقصد محض یہ

تھا کہ لوگ غلط سلط حدیثیں شائع نہ کریں نیز یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف فضائل اہل بیتؑ اور شیعیانِ اہلبیتؑ کی جو خبریں تھیں ان کو بیان کرنے سے روکا اور پھر حضرت عمر کا گذشتہ امتوں کے حالات سے عبرت آموز نتیجہ نکالنا ہر طرح معقول ہے لہٰذا بہتر ہے کہ ان اعتراضات پر بھی مختصراً گفتگو کر لی جائے۔ چنانچہ وکلاء عمر نے کہا ہے کہ

خوفِ غلطی حضرت عمر نے احادیث کی اشاعت کو اس لئے روکا کہ خوف تھا کہ لوگ جھوٹی احادیث نہ مشہور کر دیں لیکن جب ہم اس عذر کے تحت حضرت عمر کا طرز عمل دیکھتے ہیں تو یہ عذر ان کے ذہن کی سوچ اور عمل و کردار کے مطابق قرار نہیں پاتا ہے میں سب سے پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ سارے صحابی عادل تھے تو پھر حضرت عمر نے ثقاہت اصحاب پر عدم اعتماد کرتے ہوئے ایسا کیوں سوچ لیا۔ یا تو حضرت عمر کی نظر میں حلقہ اصحاب میں بعض لوگ ناقابل اعتبار تھے یا پھر حدیث نجوم کو بعد میں وضع کیا گیا ہے۔ بہر صورت یہ بات غور طلب ہے کہ اگر محض غلطی کا خوف تھا تو اس کا علاج بڑی آسانی سے کیا جا سکتا تھا کیونکہ رسولؐ کی وفات کو زیادہ عرصہ نہیں بیتا تھا۔ تمام صحابہ موجود تھے جنھوں نے خود اپنے کانوں سے ارشادات رسولؐ سنے تھے اور اپنے ذہن میں محفوظ کر لئے تھے حضرت عمر کسی بھی معتمد صحابی کی سربراہی میں ایک مخصوص جماعت صحابہ کے سپرد یہ کام کر دیتے جو صحیح احادیث رسولؐ جمع کرنے کی ذمہ دار ہوتی۔ جو کام انتقال رسولؐ کے ڈیڑھ سو سال بعد شروع ہوا اسی وقت شروع ہو جاتا اور آئندہ کے تمام جھگڑے وہیں ختم ہو جاتے۔

آخر قرآن شریف بھی تو لوگوں کے سینوں ہی سے نکال کر جمع کیا گیا تھا۔ اسی طرح تدوین حدیث کا کام بھی بڑی عمدگی سے ہو سکتا تھا جبکہ تمام امت کا اجماع بھی اس بات پر تھا جیسا کہ آپ نے اوپر والے بیان میں ملاحظہ فرمایا ہے کہ اصحاب احادیث رسولؐ کو جمع کرنے کے حق میں تھے مگر حضرت عمر کی رائے اس کے خلاف ہوئی خود اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ نے اجماع امت کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے ایک مہینے کے استخارہ پر عمل کیا۔ اور ایک نہایت ضروری امر شریعت میں اپنی اکیلی رائے کو مسلط کر کے جمہوریت کے تابوت میں کیل ٹھونک دی۔

ترک حدیث اخفائے فضائل مخالفین کے لئے نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ طرز عمل اہل بیت اور اُن کے متبعین کے فضائل و مناقب کو چھپانے کے لئے نہ تھا بلکہ ہر طرح کے حدیثوں سے اُن کا برتاؤ یکساں تھا۔ لیکن جب ہم تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ قیاس بے بنیاد ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت عمر دیگر احادیث کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے بلکہ مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت اگر قرآن شریف میں کسی تنازعہ کا جواب نہ پاتے تھے تو لوگوں سے احادیث رسولؐ پوچھا کرتے تھے جب حضرت عمرؓ کا آخری وقت قریب ہوا تو آپ کو جانشین مقرر کرنے کا خیال ہوا۔ معاذ بن جبل، خالد بن ولید ابو عبیدہ بن جراح اور سالم غلام کے فضائل حضورؐ کی احادیث سے مستنبط کرتے تھے کہ فلاں کو "امین امت"، فلاں کو سیف اللہ اور فلاں کو عالم آنحضرتؐ نے کہا تھا۔ حضرت علیؑ کے متعلق جو

احادیث رسولؐ تھی وہ یکدم فراموش کر دی تھیں گویا
ذکر کرنا نہیں چاہتے تھے ان کو چھپانے میں بہتر مصلحت سمجھتے تھے
مولوی عبدالسلام ندوی نے ایک بڑی پر معنی بات نقل کی ہے
خوارج کا ذکر کرتے ہوئے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"یہ لوگ (خوارج) صرف قرآن مجید کے ظاہری معنی لیتے تھے اور
حدیثوں میں صرف اُن ہی احادیث کو قبول کرتے تھے جن کی روایت
لوگوں نے کی تھی جن کو یہ لوگ دوست رکھتے تھے چنانچہ انکی قابل
اعتماد حدیثیں صرف وہ تھیں جنکی روایت شیخین حضرت ابوبکر اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں کی گئی تھی۔
(تاریخ فقہ اسلامی ص ۲۳۹)

خوارج حضرت علی علیہ السلام کے تو سخت دشمن تھے
علیؑ کی احادیث تو ان کے لئے قابل اعتماد ہو نہیں سکتی تھیں
اور اُن کے لئے وہی حدیثیں قابل اعتبار تھیں جو دورِ ابوبکر و
عمر میں تھیں پس خوارج کے اس طرز عمل سے ہی ثابت ہو گیا
حضرت ابوبکر و عمرؓ کے زمانہ حکومت میں حضرت علیؑ اور اُن کے
دوستوں کے فضائل کی احادیث کی روایت نہیں کی جاتی تھی
اس نقش قدم پر معاویہ چلا بہر حال لگے ہاتھوں یہ بھی ثابت ہو گیا
کہ زمانہ شیخین میں حدیث کے روایت کرنے والے خارجیوں کے
دوست تھے۔ اور مثل خوارج حضرت علیؑ کے مخالف تھے۔

گزشتہ اُمتوں کی غلط مثال | حضرت عمرؓ کا یہ عذر کہ اُمم سابقہ
کی طرح مسلمان بھی کتاب خدا کو چھوڑ کر دوسری لکھی ہوئی
کتابوں کی طرف رجوع کریں گے نہ ہی تاریخ سے ثابت ہے

اور نہ ہی مذہبی روایات سے۔ قرآن مجید سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ
اہل کتاب نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کی تھی مگر کسی ایسی کتاب
کا ذکر نہیں ملتا ہے جو انھوں نے لکھی ہو۔ اور توریت، زبور،
انجیل کے مقابلہ میں رکھکر اس کی طرف رجوع کیا ہو۔ اور پھر زمانہ
صحابہ میں تو یہ عذر بالکل بے معنی ہے کہ ارشادات رسولؐ عین
مطابق قرآن ہیں۔ اس کے معارض نہیں پھر احادیث کی طرف
رجوع کرنا قرآن مجید سے اعراض کرنے کے مترادف کیسے ہو سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انکار حدیث کو حضرت عمر فقہ کی رو سے غلط
سمجھتے تھے انھیں اس بات کا ضرور احساس تھا کہ ہم محتاج سنت
رسولؐ ہیں یہی وجہ ہے کہ جب آخری وقت آپ نے شوریٰ کمیٹی تشکیل
دی تو سنت رسولؐ کی پیروی کرنے کی شرط کو نظر انداز نہ کر سکے۔
مگر اُس کو سیرت شیخین سے مشروط کر دیا اصل میں یہ انکار ایک
خاص سیاسی مقصد کی خاطر تھا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد لوگ تدوین
حدیث میں مشغول ہو گئے اور انھیں حضرت عمر کی غلطی کا احساس
ہو گیا۔ بہر حال حضرت عمر بھی دبی زبان میں اُن کی غلطی کا اعتراف
کرنے پر مجبور ہوئے جیسے مولوی عبدالسلام ندوی رقمطراز ہیں۔

"اگرچہ اس دور میں حدیثوں کی بھی بکثرت روایت کی جاتی تھی
اور تابعین کا ایک گروہ صرف اسی کام میں لگا ہوا تھا تاہم وہ اب
تک کسی مجموعہ کی صورت میں مدوّن نہیں ہوئی تھیں لیکن چونکہ
عام لوگ یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید کی وضاحت کر کے حدیثیں فقہ کی
تکمیل کرتی ہیں اور عام مسلمانوں میں کوئی اس رائے کا مخالف
نہ تھا اس لئے عقلاً یہ حالت دیر تک قائم نہ رہ سکتی تھی چنانچہ

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کمی کو محسوس کیا اور اپنے عامل مدینہ حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو جو حدیثیں ملیں ان کو لکھیں کیونکہ مجھ کو علم اور علماء کے فنا ہو جانے کا خوف ہے۔"

(تاریخ فقہ اسلامی صفحہ ۲۱)

لہٰذا احادیث پر بہت سی کتابیں مرتب کر لی گئیں۔ حنفی فقہ کا تو یہ جزو اعظم ہے۔ صحاح ستہ مشہور ہیں۔ اس بات سے فقط یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ہر مسلمان مع حضرت عمر یہ سمجھتا تھا کہ احادیث دین کے لئے بہت ضروری ہیں۔ ان کے بغیر فقہ نامکمل رہتی ہے۔ مخالفین حدیث کا منشا محض یہ تھا کہ حضرت علیؑ اہلبیت اطہار اور ان کے دوستوں کے فضائل کی حدیثوں کو پردہ اخفا میں رکھا جائے۔ اسی بات پر عمل ان کے مقلدین نے بھی کیا اور ایسی احادیث فضائل ومناقب کو جس قدر ممکن ہو سکا چھپایا گیا جبکہ باقی احادیث کی اشاعت سے تعرض نہ کیا گیا حضرت عمر نے جو بات مخصوص اشاروں میں کہی تھی معاویہ نے کھلم کھلا اس کا اظہار کر دیا۔ اور حکم جاری کیا کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے بارے میں حدیثیں بیان نہ کی جائیں اور حضرات ثلاثہ کے حق میں احادیث وضع کی جائیں۔ آنحضرتؐ کے زمانہ کے قریب یہ جرات نہ ہو سکتی تھی اور اگر فضائل ثلاثہ کی مروجہ احادیث کا وجود زمانہ رسالت میں ہوتا تو بوقت سقیفہ یا شوریٰ ان فضائل کا اظہار ضرور کیا جاتا۔ ان دونوں اہم مواقع پر ایسی حدیثوں کا بیان نہ ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ احادیث اس وقت

تک وضع نہ ہوئی تھیں۔ اب ہم چند شواہد اس ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور ان کے حامی افراد کے نام کو مٹانے کے لئے کیسی مذموم کوشش کی گئی ان حضرات کی توصیف و تعریف میں وارد احادیث کو کیسے ضائع کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اور کس طرح حضرات ابوبکر، عمر، عثمان اور ان کے ہم خیال لوگوں کے حق میں جعلی احادیث سازی کا کام شروع ہوا۔

احادیث فضائل علیؑ اور شیعیان علیؑ کی تضییع اور توصیف حضرات ثلاثہ کی وضعیت

سنی معتزلی علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں جو واقعات نقل کئے ہیں ان سے یہ بات مکمل طور پر ثابت ہوتی ہے حضرت علیؑ اور ان کے رفقاء کی شان میں بیان کردہ احادیث رسولؐ کی اشاعت پر کڑی پابندی لگا دی گئی اور اس کے برعکس اصحاب ثلاثہ اور ان کے ہم خیال لوگوں کی شان میں من گھڑت حدیثوں کی خوب مشہوری کی گئی۔

"ابوالحسن علی بن محمد ابی سیف المدائنی نے کتاب الاحداث میں روایت کی ہے کہ معاویہ نے مضمون واحد کے حکم نامے امام حسنؑ سے صلح کے بعد اپنے تمام عمال کے پاس بھیجے جن میں اس نے تحریر کیا کہ میں بری الذمہ ہوں۔ اس شخص سے جو فضائل ابوترابؑ اور اہل بیتؑ بیان کرے گا۔ لہٰذا ہر طبقہ و سرزمین میں ہر منبر پر خطیب کھڑے ہو گئے جو حضرت علیؑ پر لعنت کرتے تھے ان سے تبرا چاہتے تھے اور اہل بیتؑ کی مذمت کرتے تھے اس مصیبت میں سب سے

زیادہ اہل کوفہ گرفتار تھے کیونکہ وہاں شیعیان علیؑ بہت تھے لہٰذا معاویہ نے کوفہ پر زیاد بن سُمیّہ کو حاکم مقرر کر دیا اور بصرہ بھی اسکے ساتھ ملا دیا زیاد شیعوں کو جہاں بھی وہ رہتے تھے نکال لاتا تھا وہ ان سے واقف تھا کیونکہ وہ حضرت علیؑ کے زمانے میں ان کے ساتھ تھا لہٰذا ہر ایک پتھر و کنکر کے نیچے سے شیعوں کو تلاش کر کے اس نے قتل کیا۔ دھمکیاں دیں۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹے۔ آنکھیں نکال ڈالیں۔ درختوں کی شاخوں میں سولی پر لٹکا دیا اور بہتوں کو عراق سے جلا وطن کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عراق میں کوئی بھی شیعہ جس سے وہ واقف تھا نہ رہا۔ اور معاویہ نے کل اطراف میں اپنے عاملوں کو لکھا کہ کسی شیعہ علی و اہل بیت کی گواہی کو جائز نہ رکھو۔ اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ عثمان کے پیرو کاروں، دوست داروں اور اہل و اولاد پر مہربانی کرو۔ جو عثمان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ان کی جائے نشست اپنے قریب قرار دو اور ان لوگوں کو اپنا ہم نشیں بناؤ ان کی بزرگی کرو اور ان کی بیان کردہ روایات و احادیث مجھے لکھو۔ اور بیان کرنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام اور قبیلے کا نام لکھو۔ پس عمال نے ایسا ہی عمل کیا یہاں تک کہ حضرت عثمان کے فضائل و مناقب کی ان لوگوں نے کثرت کر دی کیونکہ معاویہ ان لوگوں کو صلہ بھیجتا تھا باغات و زمینیں اور عمدہ لباس وغیرہ اور ان حدیثوں کو شائع کرتا تھا سارے عرب میں۔ اور عثمان کے دوستوں کے پاس بھیجتا تھا پھر ہر شہر میں اس کی کثرت ہوئی اور لوگ دنیا اور وجاہت دنیا کی طرف مائل ہو گئے۔ پس معاویہ کے عمال

میں کوئی ایسا نہ تھا کہ جھوٹی احادیث لاوے مگر یہ کہ ہر ایک عثمان کے حق میں فضیلت و منقبت کی جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کا نام معاویہ لکھ لیتا تھا اور اس کو مقرب بنا لیتا تھا اس کی سفارش قبول کر لیتا تھا۔ پس اس طرح ایک زمانہ گزر گیا۔ پھر معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ بتحقیق حضرت عثمان کے حق میں حدیثیں بہت کثرت سے ہو گئی ہیں اور ہر شہر اور ہر طرف اور ہر گوشہ میں پھیل گئی ہیں لہٰذا جس وقت میرا یہ خط تمھیں ملے تم لوگوں کو فوراً مخصوص صحابہ اور خلفائے اوّلین کے فضائل بیان کرنے پر مائل کرو۔ اور اگر تم کوئی حدیث ابوترابؑ کے حق میں سنو تو ویسی ہی اور اس کے مثل و نظیر دوسری حدیث "الصحابہ"، کے حق میں بنا کر مجھے دو۔ پس بلا شبہ یہ امر مجھے بہت محبوب تر ہے اور میری آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والا ہے اور ابوتراب اور اس کے شیعوں کی دلیل کو توڑنے والا ہے۔ اور ان لوگوں (شیعوں) کو فضائل عثمان سخت تر معلوم ہوں گے۔ معاویہ کے یہ خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے۔ پس مخصوص صحابہ کی تعریف میں بہت ساری جھوٹی حدیثیں گھڑ کر بیان کی گئیں جن کی کوئی حقیقت نہ تھی اور لوگوں نے اس قسم کی خبریں بیان کرنے میں کوشش کی یہاں تک کہ یہ جعلی احادیث منبروں پر مشتہر کی گئیں اور یہ موضوعہ حدیثیں مدرسوں کے استادوں کو دی گئیں اور انھوں نے اپنے شاگردوں، طالب علموں اور لڑکوں کو سکھایا اور تعلیم دی جس طرح قرآن سیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ معلموں نے اپنے گھروں کی عورتوں، بچیوں اور ملازموں کو بھی سکھایا

بس اسی حال میں لوگوں نے بسر کی پھر معاویہ نے ایک ہی مضمون کا پروانہ اپنے گورنروں کو سب شہروں میں بایں مضمون لکھا کہ تم لوگ جس شخص کی نسبت گواہی سے ثابت ہو کہ وہ شخص علی و اہلبیت کو دوست رکھتا ہے بس اس کا نام دفتر سے مٹا دو اور اس کا رزق بند کر دو جو اس کو ملتا ہے وہ روک لو۔ اس حکم کی تائید میں پروانہ ثانی میں لکھا کہ جس شخص کے اوپر محب علی و اہل بیت کا اتہام تمھارے نزدیک ثابت ہو جائے تو اس پر اس کے گھر کو گرا دو اور اس قوم سے محبت کرنے والوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو۔ زیادہ تر یہ بلا عراق خصوصاً کوفہ میں تھی تا اینکہ اگر کوئی شخص شیعہ علی اس شخص کے پاس آتا تھا جس پر وہ بھروسہ کرتا تھا تو وہ داخل خانہ ہوتا اور اپنا راز اس سے کہتا تھا اور اس کے خادم و غلام سے ڈرتا تھا اور اس سے بھی کوئی بات نہ کرتا تھا جب تک کہ سخت قسم کا اور پکا حلف اس سے راز پوشیدہ رکھنے کا نہ لیتا تھا۔ پس بہت سی خود ساختہ احادیث حق صحابہ میں ظاہر ہوئیں اور بہت سی بہتان پھیلانے والی احادیث بر خلاف حضرت علیؑ شائع ہوئیں اور اس ہی روش پر سب فقہا قاضی اور حکام چلے سب سے زیادہ اس روش پر چلنے والے قاریان، ریاکنندگان مستضعفین تھے جو اظہار خشوع و خضوع و عبادت کرتے تھے پھر وہ جھوٹی حدیثیں بناتے تھے تاکہ ان کے سبب سے اپنے والیان ملک کے نزدیک بہرہ مند ہوں اور پاس بیٹھنے کا قرب حاصل کریں۔ اور بسبب تقرب کے مال و جائیداد و مکانات ان کو حاصل ہوں۔ یہاں تک کی یہ خبریں اور احادیث ان دین داروں کے ہاتھ میں منتقل ہوئیں جو جھوٹ کو حلال نہیں جانتے تھے اور سچا گمان کر کے

قبول کرتے تھے اور اگر وہ جانتے کہ یہ احادیث جھوٹی ہیں تو ان کو روایت نہ کرتے اور نہ اس راہ پر چلتے پس یہ امر اسی طرح پر رہا۔ یہاں تک کہ امام حسنؑ ابن علیؑ نے وفات پائی پھر یہ فساد و بلا اور زیادہ ہوا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص اس قسم کا باقی نہیں رہا مگر یہ کہ ڈرتا تھا اپنے قتل سے یا جلا وطن ہونے سے (اس کے بعد فاضل مورخ تحریر کرتے ہیں کہ یہ بلا امام حسینؑ کے قتل کے بعد زمانہ عبدالملک و حجاج بن یوسف میں زیادہ ہو گئی) اور تحقیق روایت کی ہے اپنی تاریخ میں ابن عرفہ نفطویہ نے جو بہت بڑے محدثین میں سے ہیں وہ خبر جو اس خبر کی تصدیق کرتی ہے کہا ابن عرفہ نے کہ بہت احادیث موضوعہ فضائل صحابہ و خلفائے ثلاثہ میں بنائی گئی ہیں زمانہ بنو امیہ میں تاکہ ان کے ذریعہ سے نزدیکی و تقرب حاصل کیا جائے کیونکہ بنو امیہ گمان کرتے تھے کہ وہ ان احادیث موضوعہ کے ذریعے سے بنو ہاشم کی ناک مروڑ رہے ہیں۔

(شرح نہج البلاغۃ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۳، ص ۱۵ ص ۱۶ تشریح خطبہ ان فی ایدی الناس حقاً و باطلاً)

اس کے بعد مزید کیا ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ یہ تو ایک معجزہ خداوندی ہے کہ ایسے حالات و واقعات کے باوجود فضائل علویہؑ اور منقبت شیعیان علیؑ کتب مخالفین میں موجود ہیں۔ بیشک اللہ قدرت کاملہ رکھتا ہے کہ اس نے موسیٰؑ کو فرعون ہی کی گود میں پروان چڑھا دیا تھا اور خدا کے نور کو پھونکوں سے بجھایا نہیں جا سکتا ہے۔

غرضیکہ بہت اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ جماعت اہل حکومت

نے فضائلِ صحابہ و خلفائے اوّلین کے حقوق کی تائید میں کثرت سے جھوٹی حدیثیں وضع کیں اور کرائیں اور اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی کہ فضائلِ علیؑ و اہل بیت و شیعان شائع و مشہور نہ ہوں ان ہی اصول کو مدنظر رکھ کر تدوین و تالیف کتب احادیث کے زمانہ تک معاویہ اور اس سے قبل کی موضوعہ احادیث امتدادِ زمانہ کے باعث لوگوں کی نظروں میں صحیح معلوم ہونے لگی تھیں کیونکہ جھوٹ کا مسلسل تکرار بعض اوقات سچ سمجھا جاتا ہے۔!

حقوق و فضائلِ اہلبیتؑ کے چھپانے کی حکومتی کوششیں آپ نے ملاحظہ کر لیں اور یہ ضرورت برسر اقتدار جماعت کو صرف اس لئے پیش آئی کہ عدم استخلاف کے عقیدہ کی ضرورت حکومت کو اپنے قیام و حیات کے لئے درکار تھی۔ جبکہ احادیث سے جناب علیؑ خلیفہ بلافصل ثابت ہوتے تھے۔ لہٰذا اس غلط اعتقاد کی اشاعت نہ صرف عمداً اور قصداً کی گئی بلکہ طاقت و جبر اور ظلم و تعدی سے اسے رواج دیا گیا یہاں تک کہ یہ عقیدہ لوگوں کے تن من میں رچ گیا اور آئندہ نسلوں نے اسی عقیدے ہی کی تعلیم پائی۔ جس کے نتیجے میں ایک خام خیال ان کے مذہب میں داخل ہو گیا اور یہی نہیں کہ اب وہ اسے غلطی سمجھنا پسند نہیں کرتے بلکہ اس کے سچا ہونے پر ان کا ایسا ہی ایمان ہے جیسا قرآن پر۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے پھر بھی ذکرِ علیؑ و فضائل حیدر کرارؑ زندہ و پائندہ ہیں۔ اور اُن کے مخالفین کی زبانوں پر بغیر ان کی مرضی و ارادہ کے وقتاً فوقتاً جاری ہو کر رہتے ہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

موضوع احادیثِ فضائل مبرّأ مغالطہ

مقدمہ سوم کسی سازش یا انقلاب، کسی معرکہ یا کشمکش کسی اتفاق یا ترکیب کے سہارے برسر اقتدار آجانے والے حکمران عموماً سب سے پہلے یہ تدبیر کرتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ کر اپنی حکومت کو مستحکم و مستقل بنائیں۔ اور ان لوگوں کی طرف سے عوام کے قلوب کو پھیر دیں کہ جو اُن کی نظر میں اُن سے حکومت کے زیادہ حقدار اور اہل ہوتے ہیں یا اُن افراد کے اثر و رسوخ سے ان کی حکومت کو خطرہ محسوس ہوتا ہو نشہ اقتدار کی مستی میں ان حکمرانوں کا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ایسے افراد کو نیست و نابود کر دیں لیکن اگر واقعات و حالات اس طرح کے ہوں کہ اُن کا قلع قمع یا جلا وطنی اُن کے استحکام اقتدار کے لئے مضرت رساں ہو تو وہ ایسا قدم اٹھانے سے گریز کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ یہ سیاسی چال چلتے ہیں کہ اُن حقداروں اور دعویداران حکومت کے حقوق و فضائل اور اہلیت و قابلیت کو کم کر کے دکھاتے یا ممکن ہو تو بالکل چھپاتے اور اپنے منہ میاں مٹھو بن کر خود کے ترانے بجاتے ہیں اپنی تعریف کے پُل باندھتے ہیں اور اپنے کارناموں کے قلابے آسمان سے ملاتے رہتے ہیں۔ اپنی تیس مار خانی کے قصیدے گھڑ کر لوگوں میں بڑی ہوشیاری سے پھیلاتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ عامہ کے بل بوتے پر اپنے قصّے و کہانیاں جی بھر کر مشہور کراتے ہیں اور

یہ ایسی چالاکی ہے کہ سانپ بھی مر جاتا ہے اور لاٹھی بھی ثابت رہتی ہے۔

جماعت سقیفہ کی کامیابی بڑی شاندار تھی کہ ایک ایسے مستحق فرد کو نظر انداز کر کے حکومت پر قبضہ جمایا گیا تھا جس کی اسلامی خدمات کے کارہائے نمایاں عوامی نظروں میں گھوم رہے تھے اس کی محبت و قرابت رسولؐ ہر ایک پر واضح تھی اس کی شجاعت لوگوں میں ضرب المثل بن چکی تھی۔ اس کی سخاوت نے حاتم کا نام زیر کر لیا تھا اس کے علم و حکمت کے ڈنکے ہر کان میں بج رہے تھے اس کے زہد و تقویٰ نے لوگوں کو مبہوت کر رکھا تھا رسولؐ اکرم کے وہ خطبے جن میں آپؐ نے اس کے فضائل و حقوق کا اظہار فرمایا تھا لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ تھے خم غدیر کا منظر نگاہوں میں سمایا ہوا تھا۔ ایسی صورت حالات تھی کہ اگر جناب امیر علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے صبر کامل کی قوت عطا نہ فرمائی ہوتی اور اُن کے دل میں اسلام کی محبت بدرجہ اولیٰ نہ ہوتی جیسی کہ محبت خود بانیٔ اسلام کے دل میں تھی تو ارا کین حکومت سقیفہ کے لئے اپنا تخت و تاج قائم رکھنا سخت دشوار ہو جاتا اور مدینہ میں خون کی نہریں جاری ہو جاتیں لیکن اہلیان حکومت نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے اوپر قیاس کر کے ایسی تدابیر اور پیش بندیاں اختیار کیں جن کے باعث ان کے زعم میں جو علی علیہ السلام کی طرف سے ان کو خوف تھا وہ اگر بالکل دور نہ ہو تو بہت حد تک کم ضرور ہو جائے چنانچہ فضائل علویہ کی احادیث میں رکاوٹ پیدا کرنا بھی ایسی ہی اہم سیاسی تدبیر تھی جب حکومت نے روایت حدیث پر پابندی عائد کی اور

احادیث پر اپنا قبضہ و اختیار جما کے رکھا تو پھر وضعیت احادیث اس کا قدرتی اور آسان نتیجہ تھا یہ طریقہ ایک طرف سہل تھا دوسری جانب بہت مؤثر و کارگر تھا کیونکہ اگر لوگوں کو یقین ہو جائے کہ ان بزرگواروں کے بھی اتنے ہی فضائل جناب رسولؐ خدا نے بیان فرمائے ہیں تو پھر وہ ان کے قبضۂ حکومت کو حق بجانب سمجھنے لگیں گے اور اس تدبیر میں سہولت یہ تھی کہ چند آدمیوں پر نظر عنایت کر کے ان کو ایسا کہنے پر آمادہ کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ چنانچہ معاویہ بن ابوسفیان نے جس خوبی سے یہ کام سر انجام دیا اس کا حال ہم گزشتہ مقدمہ میں لکھ چکے ہیں۔ اب ہم بطور مثال چند شواہد پیش خدمت کرتے ہیں اور چند موضوعہ احادیث نقل کرتے ہیں۔ ان پر جرح کر کے اثبات وضعیت لکھتے ہیں۔

کسوٹی کسی حدیث کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے تین گر ایسے ہیں جن کی کسوٹی پر ہر حدیث کو پرکھا جا سکتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) فضیلت کی حدیث موافق قرآن ہے یا نہیں (ب) ممدوح کے سوانح حیات اور واقعات سے حدیث کی مطابقت ہوتی ہے یا نہیں۔ (ج) حضورؐ کی رحلت کے فوراً البعد چند ایسے مواقع اگر آئے جو اس حدیث کے بیان کے مناسب محل و متقاضی تھے تو کیا اس حدیث کو اُن موقعوں پر پیش کیا گیا کہ نہیں۔

اگر کوئی حدیث خلاف قرآن ہے تو یقیناً وہ جھوٹی ہے۔ اسی طرح قابل غور امر ہے کہ حدیث کا ممدوح اس کا قابل و اہل بھی تھا کہ نہیں جو اس کے حق میں بیان ہوا ہے۔ تعریف و توصیف اُسی وقت زمرہ مدح میں شمار ہوگی جب ممدوح کے سوانح حیات

کردار، چال چلن و طرزِ زندگی کے مطابق ہو ورنہ ہجو ہوگی مثلاً کسی کمزور و لاغر اور بزدل شخص کے بارے میں اگر کہا جائے کہ وہ رستمِ زماں تھا تو یقیناً یہ تعریف نہیں بلکہ ہجو ٹھہرے گی۔

حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل و کمالات و علو مرتبت کے متعلق جس قدر احادیث ہیں وہ محض ایک امرِ واقعہ کو بیان کرتی ہیں۔ آپ کے چال چلن، سوانح حیات فضائلِ روحانی و صفاتِ جسمانی کے عین مطابق ہیں۔ اگر حدیث میں ہے کہ آپؑ کا اور جناب رسولِ خداؐ کا نور تخلیقِ ارض و سما سے قبل خلق کیا گیا اور وہ نور ایک ہی تھا جو عرشِ الٰہی کے سامنے ہزاروں سال تخلیقِ آدمؑ سے پہلے مشغولِ عبادتِ الٰہی تھا تو اس کی تردید آپ کے سوانح حیات سے ہرگز نہ ہو سکے گی بلکہ مزید تقویت بخشی ہوگی کیونکہ فضائل میں آپؑ حضورؐ کے دوش بدوش تھے اور اس دنیا میں آکر بھی دونوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا۔

ایک حدیث وضع کی گئی ہے کہ حضورؐ نے معاذ اللہ فرمایا کہ "میں اور ابوبکر دو گھوڑوں کی طرح دوڑ رہے تھے۔ (یعنی نبوت کے پائے کو چھونے کے لئے) میں اُن سے آگے بڑھ گیا تو ان کو میری پیروی کرنی پڑی اور اگر وہ آگے بڑھ جاتے تو میں ان کی پیروی کرتا۔

اس موضوعہ حدیث سے بعض جہلا نے استدلال کیا کہ نبیؐ کو نبوت مل گئی اور ابوبکر کو خلافت حصہ میں آئی۔ اسی طرح یہ بھی حدیث ہے کہ ابوبکر و عمر کا نور تخلیق آدمؑ سے پہلے مصروفِ عبادت تھا تو جب ہم ان کو زمین پر چالیس سال بتوں کے آگے سجدہ ریز

دیکھیں گے تو کیا ایسی احادیث پر اعتبار کریں گے؟

اب اگر حضرت علیؑ کے حق میں اُنکی روزِ خندق کی ایک ضربت کو ثقلین کی عبادات سے افضل قرار دیا گیا تو یہ عین امرِ واقعہ ہے کہ اس ضرب سے اسلام بچ گیا۔ اگر اسلام ہی نہ ہوتا تو عبادت کون کرتا اسی طرح اگر علی باب مدینۃ العلم ہوئے تو آپ نے ہمیشہ "سلونی[1]" کہا ہر مسئلہ حل فرمایا۔ لیکن یار لوگوں نے شہر کی دیواریں اور چھت تک بنالیں مگر لوگوں نے دیکھ لیا کہ دیوار نے شگافتہ انداز میں اقرار کر لیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔ اس سے بڑا کوئی قاضی نہیں ہے۔

الغرض جو احادیث آج کل فضیلت میں حضرات ثلاثہ کی پیش کی جاتی ہیں اگر وہ فی الحقیقت ارشادات رسولؐ تھے تو پھر سقیفہ بنی ساعدہ میں ان فضائل کا اظہار کیوں نہ کیا گیا صرف رفاقتِ غار اور امامتِ نماز پر اکتفا ہوا۔ اسی طرح نامزدگی عمر اور انتخاب شوریٰ کے اوقات پر بھی ایسے فضائل پر سے پردہ نہ اُٹھایا گیا جب کہ حضرت علیؑ نے ہر موقع احتجاج پر احادیث پیغمبرؐ سے استدلال فرمایا۔ بہرحال چند نمونے ملاحظہ کریں اور لطف اٹھائیں۔

جھوٹ ۱۴

"خلفاء اربعہ (حضرات ابوبکر، عمر، عثمان علی) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم کی خلقت سے پہلے نوری حالت میں موجود تھے اور ان میں سے ہر ایک خاص صفت کے ساتھ موصوف تھا۔ اور ان کو بُرا کہنے سے

[1] پوچھ لو جو کچھ بھی پوچھنا چاہو۔

بچا جائے۔ محمد بن ادریس الشافعی اپنی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں (رسولؐ خدا) ابوبکر، عمر، عثمان اور علی اللہ کے عرش کی داہنی طرف نور کی شکل میں حضرت آدمؑ کی پیدائش سے ایک ہزار سال قبل سے تھے۔ جب آدمؑ پیدا ہوئے تو ہمیں ان کی صلب میں رکھ دیا گیا اور ہم اسی طرح اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے مجھے صلب عبداللہ میں۔ ابوبکر کو صلب ابوقحافہ میں عمر کو صلب خطاب میں عثمان کو صلب عفان میں اور علی کو صلب ابوطالب میں منتقل فرما دیا پھر ان کو میرا صحابی مقرر کیا۔ ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو وصی قرار دیا۔ پس جس نے میرے اصحاب کو سب و شتم کیا اس نے مجھے گالی دی جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو بُرا کہا اور جس نے خدا کو بُرا کہا اس کو خداوند تعالیٰ نارِ جہنم میں منہ کے بل ڈالے گا۔

(ریاض النضرہ امام محب الدین طبری جزء ۱ باب ۲ ص ۳)

اس نام نہاد حدیث کے حرف حرف پر مصنوعیت کی مُہر لگی ہوئی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کے حق میں جو حدیث نور مشہور ہے اس کا جواب تراشا گیا ہے حضرت علیؑ کے لئے حدیث نور اس لئے قابل قبول ہے کہ آپ کو مخالفین بھی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ انھوں نے کبھی غیر خدا کو سجدہ نہ کیا۔ مگر دیگر بزرگوں کے اجسام پر یہ خلعت فٹ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ

۱۔ عرش الٰہی کے سامنے ہزاروں برس تک طاہر و مطہر رہنے سے اتنی بھی صلاحیت پیدا نہ ہو سکی کہ دنیا میں آ کر اصنام پرستی سے محفوظ رہتے۔ پس یہ ساری عبادت و طہارت اس چالیس سالہ بت پرستی سے بے فائدہ ٹھہرتی ہے۔

ب۔ حضرت آدمؑ سے ایک ہزار برس پہلے پیدا ہونے سے تمام انبیاء پر امتیاز و فوقیت و فضیلت لازم آتی ہے۔ کوئی امت محمدیہ میں ایسا نہ ہو گا جو اس امر کا قائل ہو کہ اصحاب ثلاثہ انبیاء سے افضل تھے۔ نہ ہی ان کے سوانح حیات اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔

(ج) اصحاب ثلاثہ کے والد و آباؤ اجداد متفقہ و مسلمہ طور پر کافر تھے پھر اصلاب طاہرہ کے کیا معنی ہوئے؟ اور ارحام کے تو کیا کہنے ہیں۔ چپ بھلی ہے۔

(د) یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے۔

(س) علمائے اہل سنۃ والجماعۃ کی بڑی جماعت نے اس حدیث کو جھوٹی و ناموضوع تسلیم کیا ہے۔

مولوی سیف اللہ پانی پتی سیف مسلول میں اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ایں حدیث ہرچند ضعیف است" حافظ ابو نعیم تاج المحدثین نے امالی میں تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اعتراف کیا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ حافظ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس قسم کی احادیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا راوی البلخی میرے نزدیک ایک آفت ہے۔ بلا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔

جھوٹ ۲ | حضرت علیؑ کی شان میں حدیث منزلت مشہور

وہ معروف ہے یہ حدیث کئی موقعوں پر دُہرائی گئی ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک جھوٹی حدیث بنائی گئی ۔

"جناب ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا مگر مجھے تو خدا نے دوست بنالیا ۔ ابوبکر و عمر مجھ سے وہی منزلت رکھتے ہیں جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔

اولاً تو اس حدیث کا بے جوڑ پن ملاحظہ ہو کہ ذکر تو خلّت دوستی کا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کی اور حضرت ہارونؑ کی منزلت کا تذکرہ کیوں؟ پھر یہ دو ہارونؑ کیسے ؟ ایک موسیٰؑ کے لئے تو صرف ایک ہی ہارونؑ تھے۔ یہاں دو کی کیا ضرورت پیش آگئی! شاید اس لئے کہ جن صاحب نے یہ حدیث بنائی وہ دونوں کی منزلت قائم رکھنا چاہتے تھے۔ اس حدیث نامحمود کے ایک راوی قزعہ بن سوید ہیں ان کی نسبت علامہ ذہبی کہتے ہیں۔

"امام بخاری کہتے ہیں کہ قزعہ بن سوید قوی نہیں ہے امام احمد کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں مضطرب ہوتی ہیں اور ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ اس کی حدیثوں سے استدلال نہیں کر سکتے ۔ امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے ۔ ابن عدی نے بھی یہی کہا ہے۔ اس نے یہ غلط حدیث ابن ابی ملکیہ سے مرفوعاً ابن عباس سے بیان کی ہے[1]۔ یہی حدیث ایک اور طریقہ سے بیان ہوئی ہے جس کے ایک راوی عمار بن ہارون ہیں ان کے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ "موسیٰ نے کہا کہ

[1] میزان الاعتدال جلد دوم صـ۳۴۷

(عمار) ابن ہارون کی حدیث کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے اور ابن عدی نے کہا ہے عام (بازاری) آدمی ہے جو بیان کرتا ہے غلط ہوتا ہے اور یہ حدیثوں کی چوری کیا کرتا تھا۔"

(میزان الاعتدال جلد ۲ صـ۳۲)

سو ملاحظہ کیا آپ نے کیسے چور لوگوں کی یہ روایات ہیں المختصر لاتعداد ایسی حدیثیں وضع کی گئیں کہ کمالات اہل بیتؑ پر قبضہ ہو جائے مگر اللہ خیر الماکرین ہے لہٰذا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ نظر آجاتا ہے بشہورسنی امام ابوالفرح ابن الجوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں ان احادیث کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا ہے ۔

"میں نے کثیر لتعداد میں احادیث ترک کر دی ہیں جو حضرت ابوبکر کی شان میں بیان کی جاتی ہیں کچھ تو ان میں ایسی ہیں کچھ ظاہری معنی تو رکھتی ہیں لیکن ان کی صحت ثابت نہیں لیکن بہت سی تو ایسی ہیں جو بالکل بے معنی و لغو اور بے ہودہ ہیں ۔ میں لوگوں کو کہتے ہوئے سُنتا ہوں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی شے خدا نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی لیکن یہ کہ پھر میں نے اس کو سینۂ ابوبکر میں ڈالدیا اور یہ کہ جب مجھے جنت کا شوق ہوتا ہے تو ابوبکر کی سفید داڑھی کو چوم لیتا ہوں اور یہ کہ میں اور ابوبکر دو گھوڑوں کی طرح دوڑ رہے تھے میں ان سے آگے بڑھ گیا تو ان کو میری اتباع کرنی پڑی اور اگر وہ آگے بڑھ جاتے تو میں ان کی پیروی کرتا۔ یہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں اور قطعاً موضوعہ ہیں اور ایسی احادیث کے جاری کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ۔

ملا علی قاری نے اپنے رسالہ موضوعات کبیر میں ابن قیم سے نقلاً لکھا ہے کہ

”جہلائے اہل سنتہ نے جو احادیث فضائل ابو بکر میں وضع کی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ خداوند تعالیٰ روز قیامت اور لوگوں کے لئے عام طور سے اور ابو بکر کے لئے خاص طور سے تجلّی کرے گا۔ کوئی علم کی شے خداوند تعالےٰ نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی لیکن یہ کہ میں نے پھر اس کو سینہ ابو بکر میں ڈالدیا۔ یا جب حضورؐ کو جنّت کا شوق ہوتا تھا حضرت ابو بکر کی سفید داڑھی چومتے تھے یا میں اور ابو بکر دو گھوڑوں کی طرح دوڑ رہے تھے۔ یا جب خدا نے ارواح میں انتخاب کیا۔ اسی طرح عمر کا یہ قول کہ جب رسول کریم اور ابو بکر آپس میں باتیں کرتے تھے تو میں زنگی کی طرح مبہوت بیٹھا رہتا تھا اگر میں عمر کے فضائل عمر نوح تک بیان کروں تو ختم نہ کر سکوں گا۔ اسی طرح عمر تو ایک نیکی ہے ابو بکر کی نیکیوں میں سے یا پھر یہ کہ ابو بکر تم سے کثرت صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس چیز کی وجہ سے تم پر سبقت لے گیا جو اس کے سینہ میں ہے۔ یہ سب جھوٹی ہیں۔“

اگر ہم مصنوعی احادیث جمع کرنے لگ جائیں تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہوگا۔ چند نمونے پیش خدمت کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے کافی ہیں کہ حکام وقت کو خوش کرنے اور ان کے استحکام حکومت کے لئے استحقاق خلافت ثابت کرنے کی خاطر لوگوں نے بے حساب احادیث وضع کیں اور اس کارکردگی کے لئے ان کو انعامات و صلے فراخدلی

سے دیئے گئے اور ہر طرح سے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اب جب خود علماء اہل سنتہ ہی ان احادیث کو موضوع اور کذب قرار دیتے ہیں تو پھر ہم مزید نکتہ چینی کس لئے کریں۔

احادیث کو وضع کرنے کے لئے اور ان پر سچائی کا ملمع چڑھانے کے لئے اصول موضوعہ و علوم متعارفہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی لہٰذا ایک جامع و حادی فارمولا اختیار کیا گیا اور اپنی عادت و ضرورت کے مطابق حسب رواج و دستور وہ بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے سر منڈھا گیا وہ آئندہ مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیثِ نجوم

مُقدّمہ چہارم

حدیث مشہور ہے کہ۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمت“۔ یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کروگے۔ ہدایت پاؤ گے میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

اس حدیث کو وضع کر کے دو کام نکالنے کی کوشش کی گئی۔ ایک تو یہ کہ دیگر بناوٹی حدیثوں کے لئے ایک خود ساختہ کلیہ بن گیا۔ دوسرے یہ کہ حدیث ثقلین، حدیث مدینۃ العلم اور دیگر احادیث جو حضرات اہل بیت اور شیعیانِ آل محمدؐ کی شان میں آنحضرتؐ کے فرمودات ہیں ان کے مدمقابلہ ایک ایسی وضعی حدیث

بن گئی جو ہر وقت کام آسکتی ہے لیکن حق کی شان یہ ہے کہ کوئلوں
میں ہیرا بن کر چمکتا ہے چنانچہ اس خود ساختہ حدیث کو خود جماعت
اہل حکومت کے علماء محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔ اس
کی جرح و قدح کی ہے۔ اور مضبوط دلائل سے اس کو مردود
اور وضعی ثابت کیا ہے۔

امام اہل سنت ابن تیمیہ نے اس حدیث کے متعلق
اپنی رائے اس طرح لکھی ہے۔

"پس آنحضرت صلعم کا قول کہ میرے اصحاب مثل ستاروں
کے ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ یہ حدیث ضعیف
ہے جس کو آئمہ حدیث نے ضعیف ثابت کیا ہے چنانچہ البزار
کہتے ہیں کہ یہ حدیث جناب رسول خدا سے صحیح ثابت نہیں ہے
اور وہ احادیث کی کتب معتبرہ میں نہیں پائی جاتی۔ (منہاج السنۃ)

اس حدیث کے جعلی ہونے کے بارے میں اگر ہم علمائے
اہل سنۃ کی آراء کو نقل کریں تو اس کے لئے ایک جداگانہ کتاب
کی ضرورت ہے۔ لیکن چونکہ یہ حدیث سرمایہ و اثاثہ مذہب
سنیہ ہے اس لئے اس بارے میں مرفوع القلمی بھی بلا
جواز اختصار ہوگا۔ لہٰذا ہم درمیانی راہ نکالتے ہوئے ان علماء
اور کتابوں کے نام نقل کردیتے ہیں جو ہمارے شواہد ہیں۔

۱۔ امام حنبل الشیبانی کتاب التقریر و التحبیر مولفہ ابن امیر الحاج الحلبی
صبح صادق تصنیف ملا نظام الدین سہالوی۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت
تصنیف مولوی عبد العلی بحر العلوم۔

۲۔ ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی۔ کتاب جامع بیان العلم

تصنیف ابی یوسف بن عبد اللہ المزنی

۳۔ ابوبکر احمد بن عمر بن عبد الخالق بزار۔ کتاب جامع بیان العلم
تصنیف ابی یوسف۔ رسالہ ابطال رائے و قیاس۔ تصنیف ابن حزم
منہاج السنۃ امام ابن تیمیہ۔ تفسیر بحر محیط ابی حیان۔ اعلام
الموقعین۔ ابن القیم تخریج احادیث منہاج ابو الفضل عراقی۔ شرح
ملا علی قاری بر شفائی قاضی عیاض۔ وغیرہ۔

۴۔ ابو احمد عبد اللہ بن محمد الجرجانی المعروف ابن عدی۔ کتاب
الکامل در ذکر حدیث نجوم در ترجمہ جعفر بن عبد الواحد۔ ترجمہ
حمزہ بن ابی حمزہ۔

۵۔ ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی کتاب غرائب مالک نیز
لسان المیزان ابن حجر عسقلانی و تخریج احادیث کشاف ابن حجر
عسقلانی

۶۔ ابو محمد علی بن محمد بن احمد بن حزم:۔ رسالہ ابطال رائے
و قیاس۔ تفسیر بحر محیط ذکر حدیث نجوم تصنیف میاں غرناطی تفسیر النہر
الماد ابوحیان۔ تغیر دار اللقیط ذکر حدیث نجوم تصنیف تاج الدین
ابو محمد احمد بن عبد القادر بن احمد بن مکتوم۔ تخریج احادیث منہاج
زین الدین عراقی۔ کتاب تلخیص الحبیر ابن حجر عسقلانی مرقاۃ از ملا علی
قاری۔ نسیم الریاض علامہ خفاجی وغیرہ۔

۷۔ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی:۔ کتاب المدخل، تخریج
احادیث منہاج، بیضاوی تصنیف زین الدین عراقی۔

۸۔ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف ابن عبد البر:۔ کتاب جامع بیان العلم

۹۔ ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر۔

فیض القدیر مناوی۔

۱۰۔ عمر بن الحسن بن علی الکلبی المعروف ابن دحیہ :۔ تعلیق تخریج احادیث منہاج بیضاوی لقینیف زین الدین عراقی۔

۱۱۔ احمد بن الحلیم ابن تیمیہ۔ منہاج السُنّۃ

۱۲۔ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی :۔ تفسیر بحر محیط۔ تفسیر النہر المائمن البحر۔

۱۳۔ تاج الدین ابو محمد احمد بن عبدالقادر بن احمد بن مکتوم :۔

۱۴۔ محمد بن ابوبکر بن قیم الجوزیہ :۔ کتاب اعلام الموقعین در مقام رد بر د مقلدین

۱۵۔ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی :۔ کتاب تخریج احادیث منہاج بیضاوی تعلیق کتاب التخریج احادیث المنہاج۔

۱۶۔ احمد بن علی بن حجر عسقلانی :۔ کتاب تلخیص الکبیر فی تخریج الرافعی الکبیر۔ کتاب تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب۔ لسان المیزان در ترجمہ جمیل بن یزید۔

۱۷۔ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام :۔ کتاب التحریر در مبحث اجماع۔

۱۸۔ محمد بن محمد الحلبی المعروف ابن امیر الحاج :۔ کتاب التقریر والتحبیر در مبحث اجماع۔

۱۹۔ احمد بن ابراہیم الحلبی :۔ شرح شفا۔

۲۰۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی :۔ مقاصد حسنہ۔

۲۱۔ کمال الدین محمد بن ابوبکر بن علی بن مسعود بن رضوان المعروف ابن ابی شریف :۔ فیض القدیر مناوی۔

۲۲۔ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی :۔ کتاب اتمام الدرایہ

القرأ النقایہ۔ جامع صغیر، جمع الجوامع۔

۲۳۔ ملا علی متقی :۔ کنز العمال۔ منتخب کنز العمال۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ شرح شفا۔

۲۴۔ عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی :۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر۔

۲۵۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی :۔ نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض۔

۲۶۔ علامہ محمد معین بن محمد امین :۔ دراسات اللبیب۔

۲۷۔ قاضی محب اللہ بہاری :۔ مُسلم الثبوت۔

۲۸۔ ملا نظام الدین سہالوی :۔ صبح صادق شرح منار

۲۹۔ عبدالعلی :۔ فواتح الرحموت شرح مُسلم الثبوت، در مبحث اجماع شیخین۔

۳۰۔ قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی :۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول القول المفید فی ادلۃ الاجتہاد والتقلید

۳۱۔ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد البکری المعروف ابن الجوزی۔ کتاب العلل المتناہیہ۔

۳۲۔ ولی اللہ ابن حبیب اللہ :۔ شرح مسلم الثبوت

۳۳۔ مولوی نواب صدیق حسن خاں :۔ حصول المامول من علم الاصول

اگرچہ ان حوالہ جات کے بعد مزید کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی تاہم مزید تشفی کے لئے چند عبارات نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ نظام الدین سہالوی حدیث نجوم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ابن حزم اپنے رسالۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث

جھوٹی، بناوٹی اور باطل ہے۔ اور احمد بن حنبل اور بزار نے بھی یہی کہا ہے۔ (صبح صادق شرح منار)

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب العلل المتناہیہ میں لکھا ہے کہ "نعیم بن حماد کہتا ہے کہ بیان کیا اس سے عبدالرحیم بن زید نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے سعید بن مسیب سے اور اس نے عمر بن الخطاب سے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں درگاہ رب العزت میں اس اختلاف کی نسبت سوال کیا، جو میرے بعد میرے اصحاب میں ہو گا پس خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے محمدؐ تیرے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں۔ کوئی زیادہ چمکدار ہے کوئی کم، پس جس شخص نے تیرے اصحاب کے اختلاف میں سے کوئی بھی امر پکڑ لیا وہ ہدایت پر ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ نعیم مجروح ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ عبدالرحیم کذاب ہے یعنی بہت جھوٹا ہے۔"

امام ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث نجوم پر اچھی تنقید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ باطل جھوٹی اور بناوٹی حدیث ہے۔

"حدیث اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم کو دارقطنی نے مؤلف میں روایت سلام بن سلیم عن الحرث بن غصین عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر سے بیان کیا ہے یہ حدیث مرفوع ہے اور سلام ضعیف ہے اس حدیث کو دارقطنی نے غرائب مالک میں بھی جمیل بن یزید عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر کے طریق سے بیان کیا ہے۔ حدیث میں یہ قول بھی ہے۔ فبای قول من اصحابی اخذتم الخ دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مالک سے ثابت نہیں ہے۔ مالک کے

علاوہ سب راوی مجہول ہیں اور اس حدیث کو عبد بن حمید نے اور دارقطنی نے فضائل میں حدیث حمزۃ الجزری عن نافع عن ابن عمر سے بیان کیا ہے اور حمزہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا اس حدیث کو قضاعی نے مسند الشہاب میں حدیث ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اور اس میں جعفر بن عبدالواحد ہاشمی ہے اور علماء حدیث نے اس کی تکذیب کی ہے۔ اور ابن طاہر نے اس حدیث کو بطریق بشر بن حسین عن زبیر بن عدی عن انس بیان کیا ہے۔ اور بشر بھی جھوٹ اور وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔ اور بیہقی نے مدخل میں اس حدیث کو روایت جویبر عن الضحاک عن ابن عباس سے بیان کیا ہے اور جویبر متروک ہے۔ جویبر کی روایت بطریق دیگر عن جواب بن عبیداللہ ہے وہ مرفوع ہے اور حدیث مرسل ہے۔ بیہقی کہتا ہے کہ اس کا متن تو مشہور ہے مگر اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت عمر سے ہی اس حدیث کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔ سألت ربی فیہما الخ اس کے اسناد میں عبدالرحیم بن زید العمی ہے اور وہ متروک ہے۔"

(تخریج احادیث کشاف)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس موضوع حدیث کے ہر ایک طریقہ اور سند پر گفتگو کر کے اس کو باطل اور جھوٹا ثابت کیا ہے۔ مگر راویوں کی جرح و قدح میں اختصار نویسی سے کام لیا ہے۔ تاہم دیگر علماء نے اس حدیث کے ہر راوی پر جرح کر کے اس کو جھوٹا ثابت کیا ہے مزید تشفی کے لئے علامہ ذہبی کی کتاب "میزان الاعتدال" ملاحظہ فرمائیں۔

پس اس حدیث کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ اس کا ہر راوی مجروح و مقدوح ہے کوئی قابل اعتبار نہیں، سب ضعیف ہیں۔ یہی وجہ ہے خود علمائے اہل سنتہ کی بھاری اکثریت نے اسے باطل ثابت کیا ہے لہٰذا بدیہی امر ہے کہ یہ حدیث ثقلین و حدیث سفینہ وغیرہ کے مدّمقابل گھڑی گئی ہے اور اس بات کا اعتراف بھی خود علمائے اہل سُنّت نے بزبان خود کیا ہے۔

مشہور سُنّی عالم محمد معین حدیث نجوم اور ایسی ہی دوسری احادیث کو حدیث ثقلین وغیرہ کے مقابلہ میں بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ "اور اگر تو کہے کہ یہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ میرے بعد اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاجاؤ گے۔ نیز یہ کہ میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرو۔ اور یہ کہ تمھیں چاہیئے میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرو۔ (وغیرہ) اور پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اہل بیت کے علاوہ دوسروں کی پیروی بھی جائز ہے تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑی ہوئی ہیں کیونکہ لفظ "اہتدیتم"، سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ بزرگوار کبھی خطا ہی نہیں کرسکتے جوکہ واقعتہً غلط ہے۔"

(دراسات اللبیب)

پس ملا معین کی اس وضاحت کے بعد مزید کسی بحث کی گنجائش نہیں رہ جاتی تاہم اس حدیث پر عقلی بحث بھی کرتے ہیں تاکہ نقل کی تائید عقل سے بھی ہوجائے اس حدیث کا تجزیہ کرنے پر دو کلیے برآمد ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ صحابہ کا آپس کا اختلاف

اُمّت کے لئے رحمت ہے اور دوم یہ کہ کسی ایک بھی صحابی کی پیروی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ اس ضمن کی پہلی عقلی دلیل یہ ہے جو اس کو باطل ٹھہراتی ہے کہ تضاد و تفریق علامت حق ہرگز نہیں ہوسکتی ہے۔ حق ہمیشہ ایک ہی ہوگا۔ اختلاف اتحاد کو شکستہ کرتا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ تفریق کی مذمت پائی جاتی ہے کسی حالت میں اختلاف رحمت ثابت نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ زحمت بنا رہا۔ پس ایسا گمراہ کن نظریہ تابع وحی نہیں ہوسکتا ہے۔ اور نہ ہی یہ رسولؐ کا ارشاد ہے کہ خلافِ قرآن ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ پیروی کے قابل صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو کبھی غلط حکم نہ دے خود محفوظ عن الخطا ہو۔ عالم قرآن ہو۔ عامل شرع رسولؐ ہو۔ جبکہ صحابہ کا معصوم ہونا کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا اور اُن کے اختلافات سے کتابیں بھری پڑی ہیں پس عقلی لحاظ سے بھی حدیث نجوم قابل رد و ترک ہے۔

الغرض یہ حدیث اور ایسی ہی کئی احادیث واہی ولغو و فضول وضع کی گئیں اور جتنا بھی ان احادیث کی گہرائیوں میں جایا جائے عقائد متزلزل ہونے لگتے ہیں اور دشمنان اسلام کے اعتراضات سامنے آجاتے ہیں۔ ان واضعین احادیث کے مقصد محض دو ہی تھے ایک یہ کہ اہل بیت اور شیعیان اہل بیت کے مقابلہ میں حکّام اور ان کے حواریوں کے فضائل وضع کئے جائیں تاکہ وہ اہل منصب قرار پاسکیں دوسرے یہ کہ حضرت علی اور اُن کے دوستوں کی شان میں تنقیص ہوجائے تاکہ اُن کے جائز حقوق لوگوں کے سامنے نہ آسکیں اور ان پر پردے پڑ جائیں۔ جیسا کہ جعفر اسکافی نے لکھا ہے کہ

"بتحقیق معاویہ نے ایک جماعت صحابہ میں سے اور ایک جماعت تابعین میں سے اس غرض کے لئے قائم کر رکھی تھی کہ وہ حضرت علی کے متعلق قبیح روایات و احادیث وضع کریں اور وہ روایات ایسی ہوں کہ جن سے حضرت علی پر طعن وارد ہو سکے اور اُن سے لوگ بیزاری کرنے لگیں اور ان لوگوں کے واسطے اس خدمت حدیث سازی کے عوض میں وظیفے مقرر کر دیئے تھے پس ان لوگوں نے ایسی احادیث و روایات ایجاد کیں جن سے معاویہ بہت خوش ہوا کہ اس کی طبیعت کے موافق ہوئیں۔ اس جماعت حدیث ساز میں صحابہ میں سے حضرت ابوہریرہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ تھے اور تابعین میں عروۃ بن الزبیر تھا۔ زہری نے عروہ سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ کہا عروہ نے مجھ سے۔ حضرت عائشہ رضہ نے کہا کہ میں رسول خدا کے پاس بیٹھی تھی کہ اتنے میں عباس و علیؑ آ گئے۔ جناب رسولؐ نے فرمایا "اے عائشہ یہ دونوں (علی و عباس) (معاذ اللہ خاکم بدہن) مُرتد ہو کر مریں گے"

(شرح نہج البلاغۃ ج ۴ صفحہ ۳۵۸ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی)

دیکھا آپ نے حکومت کے کارخانہ حدیث سازی نے کیسی کیسی مصنوعات پیش کی ہیں۔ ایسے میں حضرات اہل بیتؑ اور اُن کے رفقاء کے فضائل کا اخفاء اور ان کی کسر شان میں روایات کا اجراء حکومت کی پشت پناہی میں ہوتا رہا۔ آج بھی کتب میں ایسی روایات کا طومار ملتا ہے جو اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے رسولؐ سے جھوٹ منسوب کرتے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جبکہ آنحضرتؐ اس فتنہ وضع احادیث سے اُمت کو اپنی حیات

طیبہ ہی میں آگاہ فرما چکے تھے۔ جناب رسالتؐ پناہ نے فرمایا۔
"اے لوگو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرتے دم تک مسلمان رہو۔ اور جان لو کہ خداوند تعالیٰ ہر شے پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ خبردار رہو! فردا میرے بعد ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو میرے اوپر جھوٹ بولیں گے اور میری نسبت جھوٹی حدیثیں لوگوں میں بیان کریں گے۔ اور وہ قبول کر لی جائیں گی۔ میں پناہ مانگتا ہوں خدا کی طرف۔ اس بات سے کہ میں خدا کی طرف سے حق کے علاوہ کچھ اور کہوں یا تم کو ایسی بات کا حکم دوں جس کا خدا نے حکم نہیں دیا یا خدا کے علاوہ اور کی طرف تم کو بلاؤں عنقریب یہ ظالم لوگ معلوم کر لیں گے کہ ان کا حشر کیا ہوتا ہے پس عبادہ بن صامت کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ ایسا کب واقع ہوگا تاکہ ہم ان لوگوں کو پہچان لیں اور ان سے پرہیز کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جماعت اپنے ظاہری (اقرار و قبول) اسلام لانے کے دن ہی سے اپنی تیاری میں مشغول ہے لیکن خفیہ اور کم پر وہ فوراً ہی ظاہر ہو جائیں گے جب میری سانس یہاں تک پہنچے گی آنحضرتؐ نے اپنے حلقوم مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ عبادہ بنؓ صامت نے کہا کہ جب ایسا ہو تو ہم کیا کریں اور کس طرف پناہ ڈھونڈیں حضورؐ نے فرمایا کہ میری عترت میں سے سابقین (یعنی علی علیہ السلام) کی طرف اور ان کی اطاعت کرو اور ان کے قول کو تسلیم کرو۔ وہ میری نبوت کے آخذین ہیں وہ تم کو بدی سے بچائیں گے خیر و نیکی کی طرف لے جائیں گے وہ اہل حق ہیں۔ معاون صدق ہیں وہ تم میں کتاب و سنّت کو زندہ رکھیں گے۔ الحاد و بدعت سے محفوظ کریں گے۔ اہل باطل کا قلع قمع کریں گے اور جاہلوں کی طرف رُخ نہ کرینگے"

(توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل علامہ سید شہاب الدین)

ہادی عالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی ابھی حضور کی رحلت میں چند گھڑیاں باقی تھیں جو واقعہ قرطاس میں آپ پر بہتان ہذیان عائد کر دیا گیا۔

علی ہذا القیاس حدیث نجوم کہتی ہے کہ ہر صحابی ہدایت کا سرچشمہ ہے لیکن صحیحین میں جب ہم کتاب الفتن و کتاب الحوض میں مندرجہ احادیث پر نظر دوڑاتے ہیں تو معاملہ اس کے برعکس ملتا ہے ان کثیر التعداد منقولہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی رحلت کے فوراً بعد فتنے سر اٹھائیں گے۔ جن میں صحابہ کی بڑی جماعت راہِ ضلالت اختیار کرے گی یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر آنحضرت موجود ہوں گے۔ صحابہ کو حوض کے پاس سے اونٹوں کی طرح ہنکا کر لے جایا جائے گا۔ حضور فرمائیں گے کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں حکم ہوگا کہ آپ کو معلوم نہیں؟ کہ آپ کے بعد انھوں نے کیا کیا گل کھلائے ہیں اس پر سرور دو عالم فرمائیں گے کہ دفع دور کروان کو میرے پاس سے۔ اگر ہر صحابی عادل اور ہادی ہے تو بکفر حوض کوثر سے ذلت کے ساتھ ہنکایا جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اختصار ملحوظ ہے ورنہ ان روایات کو نقل کر دیا جاتا تاہم قارئین صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ میں کتاب الفتن اور کتاب الحوض مطالعہ کر کے اس حقیقت سے آشکار ہو سکتے ہیں۔

پس حدیث نجوم نہ ہی عقلاً قابل قبول ہے اور نہ ہی نقلاً صحیح ثابت ہوتی ہے یہ حدیث معارض قرآن بھی ہے اور خلاف سنت بھی اسی لئے علمائے نے بڑی شد و مد سے اس کی تردید کی ہے۔

"صحابی" کی تعریف اور صحابہ میں باہمی فرق

عبوری معروضات کے بعد ہم نفس مضمون کی طرف لوٹتے ہیں اقرار کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت ایسی بیش بہا نعمت ہے جسکی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا ہم خاطی انسانوں کی استطاعت سے باہر ہے لیکن ایسے صحبت یافتہ لوگوں کی بدقسمتی پر تمام کائنات اظہار تعجب و افسوس کرنے پر مجبور ہے کہ صحبتِ رسول کا شرف مقدر بننے کی بجائے بدنصیبی کا بخت ثابت ہوا۔ وہ افراد جو نبی رحمت کی صحبت پانے کے باوجود دولت ایمان سے محروم رہے یقیناً یہ اعزاز و نعمت ان بدقسمتوں کے لئے بے کار و غیر مفید رہا چنانچہ تاریخ میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کی صحبت سے سرفراز ہونے کی بجائے وہ لوگ اسلام سے مرتد ہو کر سرنگوں و پست قرار پاگئے۔ ان ہی صحابیوں میں سے بعض کو خود رسول نے دھتکار دیا۔ خطرناک و مجرمانہ ذہنیت کے افراد کو قتل کروا دیا اور کئی ایسے ہوئے جو نشانۂ بد دعائے رحمت للعالمین قرار پائے۔ بعض حلقہ بگوش غداری میں اس قدر آگے نکل گئے کہ انھوں نے رسول اور پیغام رسول کے خلاف علانیہ محاذ آرائی کرنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔ ایسے لوگوں کی تعداد بھی نمایاں ہے جنھوں نے ارتداد کو خفیہ رکھا اور صحبت میں رہتے ہوئے منافق رہے۔ چنانچہ یہ جماعت اسلام کے لئے بہت ہی خطرناک ثابت ہوئی۔ علماء نے اس جماعت منافقین کو تین گروہوں

میں تقسیم کیا ہے۔ اوّل ایسے لوگ جن کے نفاق کا علم رسولِ خداؐ کے علاوہ مخلص اصحاب رسولؐ کو بھی تھا۔ دوسرے اس قسم کے لوگ تھے جن کو صرف اللہ اور اُس کے رسولؐ ہی جانتے تھے اور ان میں سے کچھ کا پتہ حضورؐ نے چند معتمد ساتھیوں کو بتایا بھی تھا جیسے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان کو "صاحب السر" کہا جاتا ہے دیگر صحابہ کو معلوم تھا کہ حضرت حذیفہؓ کو حضورؐ نے منافقین کے نام بتا دیئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر بھی اکثر اُن سے یہ راز اگلوانے کی کوشش کرتے رہے۔ راقم الحقیر کو عقیدے کے لحاظ سے یہاں اختلاف ہے مگر نقلاً تحریر ہے کہ تیسرا گروہ وہ تھا جس کا علم غالباً رسولؐ کو بھی نہ تھا رسولؐ کی اس لاعلمی کا انحصار علماء نے اُن احادیث کو بنایا ہے جن میں صحابہ کے دوزخ میں جانے کا بیان ہے اور وہ اس انداز سے مروی ہیں جس سے اندازہ قائم ہوتا ہے کہ وہ لوگ ایسے کٹر منافق تھے جن کے نفاق کو رسولؐ علیم بھی نہ پہچان سکے یا پھر وہ لوگ تھے جو بعد وفات پیغمبرؐ مرتد ہوئے یا پھر حیات رسولؐ میں ان کی منافقت محتاطاً خفیہ تھی مگر بعد از رسولؐ علانیہ منافقت پر ظاہر ہو گئے چنانچہ صحیح بخاری کی کتاب الحوض والی روایات میں بہ تعجب رسولؐ و اظہار لاعلمی والا بیان ہے اس سے استدلال کر کے متقدمین نے یہ نظریہ قائم کیا ہے۔ حالانکہ شیعی عقیدہ ایسا نہیں ہے لیکن یہاں اس بحث سے گریز ہی کرنا ہے کہ اختصار اور پابندیٔ موضوع ملحوظ ہیں بہرحال یہ نتیجہ اظہر من الشمس ہے کہ کسی کا صحابی ہونا اس امر کے لئے دلیل نہیں ہو سکتا ہے کہ اعمال و افعال سے چشم پوشی کر کے اور اس کے کردار واقعی کو نظرانداز کر کے اُسے محض صحبت یافتہ رسولؐ ہونے

کی بناء پر قابل احترام و لائق پیروی سمجھ لیا جائے اس کے برعکس اگر وہ صحابی رسولؐ مومن کامل، مرد صالح اور بندۂ متقی ہے اور اس کے اعمال و خدمات اُسے عزت و احترام کا مستحق ٹھہراتے ہیں تو پھر شرفِ صحابیت رسولؐ کی قدر و منزلت اپنے معراج پر ہو گی۔ پس اگر اعمال اسلامی نقطہ نظر سے مذموم ہوں گے تو صحابی ہونے کے باوجود ہم اس پر نکتہ چینی کرنے کے حقدار ہیں۔ مگر اس بارے میں احتیاط و اعتدال کا لحاظ ہر قدم پر ضروری ہے۔ واضح ہو کہ صحابی کے مذموم فعل کا اثر محض اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ پوری قوم پر پڑتا ہے اگر صرف اُس کی ذات تک محدود رہتا تو پھر یہ کہا جا سکتا تھا کہ معاملہ اللہ کے اور اس کے درمیان ہے ہمیں زبان بند رکھنی چاہیئے لیکن جب اس کا اثر براہِ راست پورے نظام و معاشرے پر پڑتا ہو تو ایسی قطع نظری اور خاموشی ہر لحاظ سے مضرت رساں ہو گی لہٰذا صحابہ کو تنقید سے بالاخیال کرنا دراصل حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے۔ اہل اسلام میں صحابی کی تعریف میں چنداں اختلاف ہے عام اعتبار سے تو صحابی ہر اُس شخص کو کہا جا سکتا ہے جسے مجلسِ رسولؐ میں شرکت کا موقعہ حاصل ہوا یا صحبتِ پیغمبرؐ کا شرف ملا اس میں مدت کے کم یا زیادہ ہونے کی قید نہیں لیکن اصطلاح میں صحابی کی تعریف مختلف ہے۔ شروع میں یہی خیال تھا کہ جسے شرف صحبت نصیب ہو گیا وہ قابل عزت ہے اور اس ابتدائی دور میں یہ احساس طبعی تھا کیونکہ ابتدائی دور کے صحابہ میں زیادہ تر اس کے مستحق حضرات ہی تھے لیکن بعد میں تجربہ ہوا کہ کچھ صحابی مرتد ہو کر دوبارہ کفار سے جا ملے لہٰذا صحابی

کی تعریف میں یہ شرط بھی ضروری قرار پائی کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہونا لازمی ہے اس کے بعد کچھ لوگوں نے اس تعریف کو مزید مشروط کیا ہے کہ بالغ لوگ جو صحبت رسولؐ سے فیض یاب ہوئے وہ صحابی ہیں اور نابالغ صحابی کا درجہ تابعی کے مطابق ہے پھر طبقہ محدثین نے صرف اُن صحابیوں کو قبول کیا جو کسی حدیث رسولؐ کے راوی ہوئے لیکن امام بخاری اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے ہر اس مسلمان کو صحابی تسلیم کیا ہے جس نے رسول خُدا کو ایک بار دیکھ لیا۔ الغرض مندرجہ بالا تعریفوں میں سے کسی ایک پر بھی علمائے اہل سنّت کا اتفاق نہ ہو سکا اور کافی بحث و تحقیق کے بعد یہ متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام صحابہ بلا استثنا روایت کے معاملہ میں "عادل" ہیں۔ حالانکہ یہ مانتے ہیں کہ صحابہ میں بعض فسق و فجور کا ارتکاب کرتے تھے ان سے چوری، زنا، کذب وغیرہ جیسے کبائر کا صدور ہوا مگر روایت قولِ رسولؐ میں اُن سے غلط بیانی نہ ہوتی تھی اس عقیدہ کی تائید قرآن و حدیث سے تو مستند نہیں ہو سکتی البتہ بزعم علمائے اہل سنّت والجماعت تجربات و تحقیقات شاہد ہیں کہ صحابہ خواہ کیسے ہی گنہگار ہوں مگر رسولؐ خدا سے روایت کرتے میں انھوں نے کبھی جھوٹ نہ باندھا۔ چنانچہ علامہ ابن انباری کہتے ہیں کہ

"یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ میں گناہوں سے عصمت پائی جاتی ہے اور ان سے گناہوں کا ارتکاب ممکن نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُن کی روایتوں کو اسباب عدالت کی بحث اور ثقاہت کی تحقیق کے بغیر قبول کر لینا چاہیئے مگر یہ کہ ان سے ایسا امر سرزد ہو جو روایات

میں قادح ہو اور ایسا ثابت نہیں ہے"۔

علامہ انباری کی یہ رائے ہم خیال لوگوں کے لئے تو کچھ وزن رکھتی ہو یا نہ ہو تاہم کسی آزاد و غیر جانبدار شخص کے لئے عقیدت کے علاوہ اس میں کوئی کشش و جاذبیت ہرگز نہیں ہے۔ بہر کیف صحابی کی تعریف میں اختلاف ہونے کے باعث اُن کی تعداد اور مدارج میں بہت فرق پیدا ہو گیا ہے۔ امام شافعی کے مطابق حضورؐ کے وصال کے وقت ساٹھ ہزار اصحاب تھے جن میں تیس ہزار خالص مدینہ میں تھے ابو زرعہ کے قول سے صرف راوی صحابی ایک لاکھ تک ہوتے ہیں بعض نے سوا لاکھ تک تعداد بتائی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام اصحاب کے حالات کا علم نہ ہو سکا لہٰذا ان کے کردار و چال چلن کے بارے میں کوئی حتمی و عام فیصلہ کرنا امر محال ہے۔ جو تمام صحابیوں کی شخصیت پر فرداً فرداً حاوی ہو۔ لہٰذا جب ہم افراد پر بحث کریں گے تو یہ دیکھنا بھی ضروری ہو گا کہ ان کی زندگی تقویٰ کے معیار پر کتنا درجہ رکھتی ہے۔ صحابہ میں فضیلت کے لحاظ سے مدارج کا فرق قرآن مجید سے ثابت ہے کہ سورۂ حدید میں اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے جن لوگوں نے اللہ کے لئے فتح مکہؓ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا اُن لوگوں کے برابر نہیں ہیں جنھوں نے فتح مکہؓ کے بعد خرچ کیا یا جہاد کیا۔ از روئے قرآن حلقہ اصحاب کی خاص تقسیم یہ قرار پائی کہ فتح مکہؓ سے پہلے جن صحابہ نے انفاق و قتال کیا اُن سے افضل ہیں جو فتح مکہؓ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور انھوں نے راہِ خُدا میں مال خرچ کیا اور جانی قربانی پیش کی۔ اُن صحابہ کی فضیلت قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اس دور میں

اسلام کا ساتھ دیا جب سخت امتحان و آزمائشوں سے گذرنا پڑتا تھا۔ جب گھڑیاں اسلام پر اتنی کڑی تھیں کہ تاریخ عالم میں ان کی نظیر نہیں ملتی چنانچہ ان کا قرآنی نقشہ اس طرح کہ "ان کو جھنجھوڑا گیا یہاں تک کہ رسول ؐ اور اس کے ساتھ صاحبانِ ایمان چلا اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ خبردار! کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔

اسلام کی مکی زندگی کا خیال آتے ہی حساس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل لرزاں ہوتا ہے۔ کہ اُن مردان حق پرست نے کس بے جگری اور صبر و استقامت کے ساتھ محض خوشنودئی خدا و رسولؐ کی خاطر جان جوکھوں میں ڈالی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لوہے کی زرہ پہنا کر گرم ریت پر ڈال دیا جاتا تھا اور دشمنان دین پہاڑوں کے تپتے ہوئے پتھروں پر حضرت رضؓ کو گھسیٹتے تھے لیکن آپ رضؓ کی زبانِ حقیقت بیان سے ہر دم احد احد ہی آتا تھا۔ اسی طرح حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور جناب یاسر رضی اللہ عنہ کو کفار انگاروں پر لٹاتے تھے۔ ابو فکیہ رضؓ کو گرم ریت پر گھسیٹ کر اذیت دیتے تھے مگر یہ عاشقان خدا و رسول ؐ ہر مصیبت کو عزم و استقلال سے برداشت کرتے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو اس ظالمانہ طریقہ سے ستایا کہ یہ مصائب جھیلتے ہوئے آپ کو اسلام کی پہلی شہیدہ کا اعزاز نصیب ہوا۔ اور ابو جہل نے برچھا مار کر ان کو سوئے رضوان الجنۃ روانہ کیا اسی طرح اور بھی متعدد نفوس مقدسہ تھے جنھوں نے ایثار کی تاریخ کو اپنے کارہائے نمایاں سے زینت بخشی۔ لیکن زمانہ کی طوطا چشمی یہ ہے کہ ان محسنین اسلام کا آج تذکرہ بھی

نہیں کیا جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کے صبح و شام ترانے گائے جاتے ہیں جن کا کبھی بال بھی بیکا نہ ہوا۔ زمانہ رسول ؐ میں تقسیم مال غنیمت کے وقت کے علاوہ کسی آڑے وقت کام نہ آئے اور جب حضور ؐ کا وصال ہو گیا تو اقتدار کا انتقال ان کے نام ہوا اس وقت بھی لوگوں نے تاج و تخت والوں ہی کو سلام کیا اور آج بھی کرسی ہی کو سلام ہے۔

لیکن ہم نے جن چار حضرات بابرکات کا تذکرہ اس کتاب میں کرنا ہے ان کا تعلق صحابہ کے اس طبقہ سے ہے جو اسلام کے اولین محسنوں کا ہے۔ انھوں نے اسلام کی محبت میں نہ ہی اپنے رشتہ داروں کی پرواہ کی نہ ہی قبائلی تعلقات کو نظر میں لائے نہ ہی اسلام کی دولت ان کی آنکھوں میں کھو گئی اور نہ ہی حکومت کا خیال ان کے دل میں کبھی آیا۔ انھوں نے اپنے تن، من، دھن اولاد، خویش و اقارب، گھر بار، ہر شے کو صرف اور صرف دین کے لئے قربان کر دیا درا صل کلام پاک میں جتنی آیات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی تعریف، مدح و توصیف ہے۔ وہ سب کے سب اسی دور کے مسلمان تھے جو امتحانوں سے گذرے یا پھر بحیثیت مجموعی اُس سماج کی تعریف ہے جو رسول اللہ نے بنایا تھا اور صحابہ اُس پر نیک نیتی اور خلوص دل سے چلتے تھے۔ کوئی ایک آیت بھی قرآن میں ایسی موجود نہیں ہے کہ سب کے سب صحابہ فرداً فرداً قابل تعریف تھے یا یہ کہ ان کی مذمت کرنا یا ان پر تنقید کرنا گناہ ہے اگر ہر صحابی کی مذمت کی ممانعت ہوتی تو بڑے بڑے جلیل القدر بعض دیگر صحابہ کی مذمت نہ کرتے۔

قرآنی آیات کے علاوہ احادیث رسولؐ میں بھی صحابہ کے فضائل کی مؤید روایات ہیں۔ لیکن اُن میں بھی کوئی صحیح حدیث ایسی ثابت نہیں کی جاسکتی ہے کہ ہر صحابی بلالحاظ زہد و تقویٰ قابل احترام ہو۔ اہل سنت و صحابہ حضرات عموماً ایک حدیث اکثر اپنے مؤقف کے حق میں پیش کرتے رہتے ہیں جس سے انفرادی مدارح کا شُبہ ہوتا ہے لیکن معمولی سا غور کر لینے پر اس شُبہ کا ازالہ ہوسکتا ہے۔ حدیث یہ ہے۔

"حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو بُرا بھلا مت کہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگوں میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے اصحاب میں سے کسی کے مد یا نصف مد کے برابر نہیں ہوگا۔" (صحیح ترمذی کتاب المناقب)

اس حدیث کے الفاظ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ حاضر و موجود صحابہ کو پہلے دور کے صحابہ پر سب و شتم کرنے سے روک رہے ہیں۔ حدیث میں خطابیہ عبارت "تم لوگوں میں سے"، بعد کے دور کے صحابہ موجود کی طرف اشارہ ہے۔ اور "میرے اصحاب کو بُرا بھلا نہ کہو" میں غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے وہ اصحاب جن سے خطاب تھا اس کے مکمل مصداق نہ تھے بلکہ حضورؐ کے اصحاب ابتدائی دور کے تھے جن کی مٹی بھر خیرات کوہِ اُحد کے وزن کی مقدار سے افضل تھی۔

اوّل یارِ رسولؐ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام

علامہ اہل سنت ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور قاضی اسمٰعیل بن اسحاق اور امام احمد بن علی بن شعیب النسائی اور بوعلی نیشاپوری کہتے ہیں کہ جسقدر جیّد سندوں کے ساتھ احادیث حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے حق میں مروی ہیں ویسے کسی ایک بھی صحابی کے حق میں نہیں ہوئیں۔

(استیعاب فی معرفتہ الاصحاب بذیل علی ابن ابیطالب)

اس کے علاوہ اگر جناب امیر علیہ السلام کی خصوصیات کو دیکھا جائے اور آپ کے امور کثرت ثواب کے اسباب پر غور کیا جائے تو جناب امیرالمومنین کے علاوہ بعد از رسولؐ کوئی شخص افضل الناس یعنی خیر البشر نظر نہیں آتا۔ لیکن اگر یہ خیال کیا جائے کہ کثرت ثواب کی وجہ سے افضل ہونا محض اَمر ظنی ہے تو اس کا ازالہ یوں ہوتا ہے کہ مولا علیؑ کے الاجمع مزایاء الفضل والخلال الحمیدہ کی طرف نگاہ اُٹھتے ہی یہ خیال رفع ہوجاتا ہے اور آپ سرکار کی افضلیت کا آفتاب یقین کی آنکھوں میں چمکتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ فضیلت کی ہر قسم کے اعتبار سے جناب امیرؑ افضل ترین دکھائی دیتے ہیں فضیلت نفسانی، فضیلت جسمانی اور فضیلت خارجی غرضیکہ ہر طرح خلعت فضیلت صرف حضرت علی علیہ السلام ہی کو زیب دیتا ہے۔ اور اُن کے غیر کے لئے پورا نظر نہیں آتا ہے علاوہ دیگر خصوصیت کے

زبان وحی بیان سے حضرت علی علیہ السلام کے ذکر کا عبادت ہونا ثابت ہے اسی طرح آنجناب کے دیدار کا عبادت ہونا وارد ہے نیز سرکار امیرؑ کی محبت کا عبادت ہونا ایسے فضائل ہیں کہ کسی دوسرے فرد کو اس میں حصّہ نہ مل سکا۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے حق میں وارد شدہ حدیثوں کے بارے میں محدثین کی رائے ہے کہ جناب امیرؑ کی مثل کسی نے اکتساب فضل نہیں کیا۔ آپ کے فضائل و مناقب کا لاتحصیٰ ہونا فریقین میں مسلّمہ ہے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ

"مجاہد کا قول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ علی کے فضائل کس قدر زیادہ ہیں میرا خیال ہے تین ہزار ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواباً فرمایا کہ تین ہزار کیا شے ہے تیس ہزار ہوں گے پھر ابن عباس کہنے لگے اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی ہو جائیں اور انسان لکھنے والے ہوں جنات حساب کرنے والے ہوں تب بھی علی علیہ السلام کے فضائل کا احصیٰ نہیں کر سکیں گے۔"

(ارجح المطالب بحوالہ سبط ابن جوزی صفحہ ۱۲۳)

اسی طرح خوارزمی، محمد بن یوسف گنجی شافعی حافظ ہمدانی جیسے جید علمائے اہل سنت نے حضرت امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ اپنے والد مکرم سید الشہداء علیہ السلام سے اور اپنے جدّ امجد سید الاولیاء علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بھائی علیؑ کے فضائل اس قدر ہیں جن کی کثرت کا شمار

نہیں ہو سکتا ہے پس جو شخص اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو تسلیم کر کے اقرار ہی ہو کر لکھے اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا اور جب کوئی شخص اس (علیؑ) کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو لکھتا ہے جب تک وہ لکھتا رہتا ہے فرشتے اس کے گناہوں کے لئے خدا سے مغفرت مانگتے رہتے ہیں اور جو شخص اس (علیؑ) کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو سنتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس کے وہ گناہ جو کہ اُن سے اپنے کانوں کے ذریعہ سے ناجائز کلام سُننے کے کئے ہیں بخش دیتا ہے

اور جو شخص اس (علیؑ) کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کی طرف نگاہ کرتا ہے تو رب غفّار اس کے وہ گناہ جو کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بذریعہ ناجائز نگاہ کرنے کے کئے ہیں بخش دیتا ہے پھر سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ ابن ابیطالب کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اُس (علیؑ) کا ذکر بندگی ہے۔ خدائے تعالیٰ کسی شخص کا ایمان قبول نہیں کرتا مگر علیؑ کی ولایت اور اس کے دشمنوں سے برائت ہونے کی وجہ سے

(ارجح المطالب صفحہ ۱۲۴) ملا علی متقی حسام الدین نے کنز العمال میں اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں حضرت عائشہ سے روایت لکھی ہے کہ

"اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے میں (عائشہ) نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میرے تمام بھائیوں میں سے بہتر علیؑ ہیں اور تمام چچوں سے بہتر حمزہؓ ہیں اور علیؓ کا ذکر عبادت ہے۔

(ارجح المطالب صفحہ ۱۲۱)

"امام طبرانی نے تخریج کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے علیؑ کی مثل فضل کا اکتساب نہیں کیا۔ وہ (علیؑ) اپنے دوست کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے اور برائی سے پھیرتا ہے
(ارجح المطالب صـ ۱۲۳)

شہادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے منبر پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جسے امام احمد، امام نسائی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں اور امام طبری نے اپنی تاریخ میں بھی یہ خطبہ لکھا ہے جس میں سبط اکبر علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا کہ "اے لوگو! تم سے آج ایک ایسا مرد جدا ہو گیا ہے (یعنی علیؑ) کہ پہلے لوگ اس (علیؑ) سے کسی بات میں بڑھے ہوئے نہیں تھے اور پچھلے ان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔" (ارجح المطالب صـ ۱۲۳)

پس ایسے یار رسولؐ کے فضائل و مناقب بیان کرنا انسانی بساط سے باہر ہے محض حصول ثواب اور زاد راہ آخرت کی خاطر ہم سرکار امام المتقین سید الاوصیاء، یعسوب الدین حضرت علی علیہ السلام کی چند ایسی خصوصیات نقل کرتے ہیں جو کسی غیر کو حاصل نہیں۔

۱۔ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب علیؑ کی اٹھارہ منقبتیں ایسی ہیں جو امت کے کسی ایک فرد کو بھی حاصل نہیں۔

۲۔ حافظ ابونعیم نے حلیتہ المتقین میں حضرت ابن عباسؓ

سے لکھا ہے کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضورؐ نے جناب امیر علیہ السلام سے ایسے پوشیدہ عہد فرمائے جو اُن کے سوا کسی دوسرے شخص سے نہیں کئے۔

۳۔ صحابی رسولؐ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی کو پانچ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ میرے نزدیک وہ دُنیا و ما فیہا سے بہت محبوب ہیں۔

۱۔ قیامت کے دن وہ (علیؑ) میرا تکیہ ہو گا جب تک کہ میں (رسول) حساب سے فارغ ہو جاؤں۔

۲۔ لواء الحمد اس (علیؑ) کے ہاتھ میں ہو گا۔ حضرت آدمؑ اور اولادِ آدم اس کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

۳۔ وہ میرے حوض (کوثر) کے اوپر کھڑا ہو گا جس کو میری اُمت میں پہچانے گا اسے سیراب کرے گا۔

۴۔ میری وفات کے بعد میرا پردہ دار ہو گا اور مجھے میرے پروردگار کے سپرد کرے گا۔

۵۔ مجھے اس کی نسبت یہ خوف نہیں ہے کہ وہ پارسا ہونے کے بعد زنا کا مرتکب ہو۔ اور ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو۔
(مسند امام احمد بن حنبل بحوالہ ارجح المطالب صـ ۵۱۴)

۴۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ کسی ایک کی بھی نہیں۔

(۱) وہ (علی) تمام عربی و عجمی لوگوں سے پہلے ہیں جنہوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

(ب) وہ (علیؑ) ایسی ہستی ہیں کہ حضورؐ کے تمام جہادوں میں آنحضرتؐ کا علم انھیں (علیؑ) کے ہاتھ میں رہا ہے۔

(ج) وہ (علیؑ) ایسے ہیں کہ اس روز (اُحد کے دن) حضورؐ کے پاس سے لوگ بھاگ گئے مگر آپ (علیؑ) حضورؐ کے ساتھ صبر کئے ہوئے اُحد کے مقام میں ڈٹے رہے۔

(د) آپ (علیؑ) ہی وہ ہیں جنھوں نے خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور لحد میں اتارا۔ (ارجح المطالب ص۵۳۸)

ابوسعید نے شرف النبوۃ میں دیلمی نے فردوس الاخبار میں اور مسند امام رضاؑ میں لکھا ہے کہ

"ابوالحمراؑ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا کہ تجھے تین ایسی باتیں دی گئی ہیں کہ کسی ایک کو بھی نہیں دی گئیں حتیٰ کہ مجھے (رسولؐ خدا کو) بھی نہیں دی گئیں۔

۱۔ تجھے مجھ (رسولؐ) جیسا خُسر دیا گیا اور مجھے مجھ جیسا خُسر نہیں دیا گیا۔

۲۔ تجھے میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی ہے اور مجھے ویسی بیوی نہیں ملی ہے۔

۳۔ حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے تیری پُشت سے تجھے دیئے گئے ہیں میری پُشت سے مجھے ویسے نہیں دیئے گئے۔

مگر تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

(نوٹ) یہ حدیث پیغمبرؐ مسئلہ تعداد بنات رسولؐ میں حکم فیصل کا درجہ رکھتی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ حضرت رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوائے جناب امیر علیہ السلام کے کسی دوسرے شخص کے خُسر نہ تھے۔

یحییٰ بن عوف اور عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ میں ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ نو آدمی آئے۔ اور ابن عباسؓ سے کہنے لگے تمھارا جی چاہے تو ہمارے ساتھ چلو یا پھر ان لوگوں سے الگ تنہائی میں بات سُن لو۔ اُن دنوں ابن عباسؓ تندرست تھے ان کی آنکھیں نہیں گئی تھیں انھوں نے کہا میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں لبعد اس کے ان کے ساتھ جاکر کچھ علیحدہ باتیں کیں۔ میں (راوی) نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے کیا کہا۔ جب ابن عباسؓ پلٹ کر آئے تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہیں اور اُف وتُف اُن لوگوں پر کرتے ہیں اور (ابن عباسؓ) کہنے لگے یہ لوگ ایسے شخص کے پیچھے پڑے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دس (خصوصی) باتیں دی ہیں (مگر یہ لوگ) اور ایسے شخص کو بُرا کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو بھیجوں گا جو اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اللہ اس کو دوست رکھتے ہیں اللہ اس کو رسوا نہیں کرے گا پس لوگوں نے اس کی طرف (یعنی جھنڈے (علم) کی طرف) جھانکا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ علیؑ کہاں ہے؟ عرض کیا گیا کہ وہ (علیؑ) چکی پیس رہے ہیں۔ اور کوئی شخص ان سے پیشتر چکی نہیں پیستا تھا پس آنحضرت نے اُن (علیؑ) کو بلوایا اور اُن کی آنکھوں میں آشوب تھا کہ وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے

تھے حضورؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور تین مرتبہ علم کو جنبش دے کر علیؑ کو دے دیا پس انھوں نے خیبر کو فتح کیا اور صفیہ بنت حی بن اخطب کو لے آئے۔

اور ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورۂ توبہ دے کر بھیجا اور بعد اس کے علیؑ کو اُن کے پیچھے روانہ کیا پس انھوں نے وہ سورت ابوبکرؓ سے لے لی اور آنحضرتؐ نے فرمایا اس سورت کو نہیں کوئی لے جا سکتا مگر اس شخص کے سوا جو میرے اہل بیتؑ میں سے ہو۔ اور وہ مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔ اور ایک مرتبہ حضرتؐ نے حسنینؑ اور علیؑ اور فاطمہؑ کو بُلا کر ان کے اوپر چادر اُڑھا دی اور فرمایا خداوندا یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں۔ تو ان سے نجاست دور رکھ اور ان کو پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور حضرت علیؑ حضرت خدیجہؑ کے بعد سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور ہجرت کی رات کو حضورؐ کا لباس زیب تن فرما کر بستر رسولؐ پر سو رہے۔ اور کفار یہ جانتے رہے کہ یہ (علیؑ) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے ہیں۔ بعدہ ازاں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور حضور کو پکارا جناب امیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ رسول خدا بیر میمون کی جانب تشریف لے گئے ہیں تم بھی اُن کے پیچھے چلے جاؤ۔ پس وہ حضرت کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے اور مشرکین حضرت علیؑ کو صبح تک پتھر مارتے رہے اور آنحضرتؐ جب غزوہ تبوک میں لشکر لے چلے علیؑ نے عرض کیا کہ میں بھی رکاب سعادت میں چلوں آپؐ نے فرمایا نہیں۔ علیؑ رونے لگے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم راضی

نہیں ہو کہ میری طرف سے تم ایسے مرتبے پر رہو جس مرتبہ پر ہارونؑ موسیٰؑ کی طرف سے تھے۔ فقط اتنا فرق ہے کہ تم نبیؐ نہیں ہو۔ پھر ارشاد فرمایا تم سب مومنین میں میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ اور حضور کے حکم سے علی کے دروازہ کے سوا مسجد کے سب دروازے بند کرا دیئے گئے اور علی بحالت جنب مسجد میں داخل ہوتے تھے وہی ان کا راستہ تھا اس کے سوا ان کا دوسرا راستہ نہیں تھا اور فرمایا حضرت نے جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؑ ولی ہے۔

(اخرجہ احمد والنسائی وابن جریر الطبری و ابو یعلیٰ والحاکم والخوارزمی وابن عساکر وابن ابی یوسف الکنجی فی کفایت الطالب ومحب الطبری فی الریاض النضرۃ وجلال الدین السیوطی فی الجمع الجوامع بحوالہ ارجح المطالب صفحہ ۸۵ مولوی عبید اللہ بسمل)

حضرت مظہر العجائب علیہ السلام کی توصیف کہاں اور مجھ گنہگار کی استطاعت بیان کہاں۔ زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے صرف اظہار عقیدت ہو سکتا ہے۔ وہ بھی ادھورا۔ اگر حسن عقیدت سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر کے لئے بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہ رائے قائم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آ سکتی ہے کہ جس جلیل الشان پیارے نبیؐ کا تذکرہ ہم کر رہے ہیں وہ صرف مذہبی پیشوا ہی نہیں بلکہ سلطنت کے تاریخی آسمان کا آفتاب ہے۔ دنیا میں جتنے بھی مشاہیر گزرے ہیں اور جن کی سوانح عمریاں آب زر سے لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی کا امیر المومنین علیہ السلام ایسے فرد الافراد ہیں کہ ہر طبقے کے مشاہیر میں سر آمد نظر آتے ہیں۔

مجمع سلاطین میں آپ جلال الٰہی کا تاج سر پر سجائے
العلی سلطاناً نصیراً ہیں۔ میدان کارزار میں آج تک نعرۂ حیدریؑ
کی آواز گونجتی ہے۔ منبر کو آپ کی خطابت و فصاحت و بلاغت
پر ناز ہے علم و فضل کی بھیک آپ کے دروازے ہی سے ملتی
ہے ایسے سراپا علم و حکمت علیم ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل کی
شریعت کے رموز کو یونانی فلسفہ کے ساتھ بنی اسمٰعیل کی زبان
میں بیان فرماتے ہیں۔ ہر ساعت ان کی درس گاہ میں سلونی سلونی
کی دعوت عام جاری ہے مسند فقر پر آپ ایک منکسر المزاج فقیر ہیں
اور چار بالشت امارت پر آپ ذی شوکت امیر ہیں۔ عدالت میں آپ نے
نوشیرواں کو بھلا دیا شجاعت میں رستم کے نام کو زیر فرمایا۔
سخاوت میں حاتم کو شرمندہ کر دیا۔ شہامت میں اپنا لوہا
منوایا الغرض ایسے صفات میں متضادہ کا بشر ابوالبشر کی اولاد
میں اور کوئی پیدا نہ ہوا۔ ایسے اوصاف متقابلہ کا انسان ذریت
آدم میں پیدا نہ ہو سکا۔ ان ہی صفات متضادہ اور متقابلہ
سے دنگ رہ کر نصیریہ نے آپ کو خدا مان لیا۔ صوفیاء نے
خدا جانے کیا جان لیا۔ مگر حق یہ ہے کہ ؎

ذاتِ حیدرؑ کو کوئی کیا جانے
یا نبیؐ جانے یا خدا جانے

گنہگار و عاجز میں ایسی استطاعت کہاں اور احقر کی بساط
کیا کہ مولائے کائنات، فخر موجودات، استاد جبرئیل، حاکم میکائیل
مولائے اسرافیل، ولی عزرائیل، امام الملائکہ، اسد اللہ
حجۃ اللہ، صفوۃ اللہ، سیف اللہ، وجہ اللہ، امیر المومنین۔

امام المتقین، سید الصادقین، قائد الغر المحجلین یعسوب الدین
صدیق الاکبر، فاروق الاعظم، خیر الوصیین، شیخ الانصار والمہاجرین
صالح المومنین، قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین،
غالب علی کل غالب، ابوالریحانتین، نفس الرسول، زوج البتول
منار الایمان، کل ایمان، قسیم النار والجنۃ، مشکل کشا کاسر
اصنام الکعبہ، مظہر العجائب والغرائب، سیدنا، مولانا، حبیبنا و
حبیب ربنا و رسولنا ابوالحسن حضرت علی ابن ابیطالب علیہ صلوٰۃ
والسلام کی توصیف بیان کر سکوں۔ جبکہ یہ کام فرشتوں سے
بھی پورا نہ ہوا کہ ہر ساعت مباہات میں مصروف ہیں۔ کہاں مولا
کے مناقب کا سمندر جہاں بڑے بڑے مشاق تیراک ہاتھ
پیر مارتے نظر آتے ہیں۔ مجھ جیسے اناڑی کی کیا مجال ہو سکتی
ہے۔ پس یہ مولا ہی کی توفیق ہے کہ اس کی محبت میں مست
ہوں اور آپ ہی سے اپنے گناہوں کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔
نگاہ کرم کا مشتاق ہوں۔ میری لغزشیں یہ بھی اجازت نہیں
دیتی ہیں کہ رب العزت کی جناب میں عفو تقصیرات کی التجا کروں
مگر وصی رحمتہ للعالمینؐ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہیں ہوں۔
کیونکہ یہ وہ در ہے جہاں دربدر کے ٹھکرائے ہوئے کو پناہ ملتی
ہے اس در پر کبھی کوئی گداگر نامراد واپس نہیں ہوا ہے۔ انسان
تو رہے ایک طرف یہ در فرشتوں کا بھی آزمایا ہوا ہے۔ پس
اے صاحب در حیدرؑ! آپ ہی کے گھر سے ملی ہوئی بھیک
کے یہ چند موتی آپ کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں۔ صدیق امت
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سلمان آل محمدؐ رضی اللہ عنہ،

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، کے صدقہ میں میرا یہ نذرانہ قبول فرمائیں۔ یہی شرف میرے گناہوں کی شفاعت کے لئے سفارش ہے۔

مسرت ہے شاہ نجف کی غلامی
نہ ہے کامرانی، نہ ہے شادمانی

ملے مجھ کو بھی مثل سلمان رض و بوذر رض
وہی خواجہ تاشی وہی نیک نامی
وہ بے خوف و غم کیوں نہ ہو، بن ہول گئے
حقیقت میں شیر خدا ع جس کے حامی

بہ ہیچ کہ در شاہ مرداں یہ اکثر
خصوصی شرف پا گئے ہم سے عامی
(حسرت موہانی)

ہم فاروق اعظم اہل سنتہ حضرات حضرت عمر بن خطاب کے اس قول پر اپنے اس بیان کو ختم کرتے ہیں کہ حضرت عمر باوجود ہزاروں اختلافات کے فرمایا کرتے تھے کہ
اب یہ ناممکن ہے کہ کوئی ماں علی ع جیسا مولود پیدا کر سکے۔"
(مناقب خوارزمی)

دوم یارِ نبی حضرت ابوذر الصدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رحمت اللہ علیہ اسلام کی ایسی عظیم شخصیت ہیں جنھوں نے اسلامی نظریات کی ہر قدم پر جان جوکھوں میں ڈال کر حفاظت و نصرت فرمائی۔ آپ دین حق کے نڈر سپاہی، بے باک مبلغ، عزم و استقلال کے پیکر مظلوم صحابی رسولؐ تھے۔ آپ نے کبھی لذت غم و شدائد کو عارضی خوشیوں کے ہاتھوں فروخت نہ فرمایا۔ آپ کے حوصلہ مند اور جرات افزا جذبات ایمانی بڑی بڑی آزمائش میں غالب نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں اس حق گو اور صدیق امت ہستی کو اشاعت حق کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی یہ سر فروش اسلام باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوا ہر طرح کی مصیبت کو ہنسی خوشی قبول کیا لیکن سچ کو آنچ نہ آنے دی۔ عشق دین الٰہی کی مستی میں جابر سلطان سے ٹکرا جانے والے اس بہادر صحابی رسولؐ کو جس طرح اس کی زندگی میں نشانہ ظلم و جور بنایا گیا بعد از وفات بھی اُن سے بغض و کینہ کے تیز ہتھیاروں سے انتقام لینے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی گئی۔ قصیدہ خواہان حکومت نے آپ کے تاریخ وجود کے نقش و نگار کو محض حکمرانوں کی محبت و عقیدت میں دھندلا کرنے کی تمام کوششیں صرف کیں کبھی اس بزرگ عظیم کو اس کے آقا و مولا رسول کریم صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم کی طرح مجذوب و مجنوں کہا گیا کبھی غذر بیری تراش کر اس کامل
ہستی کے ادراک و فہم مصفّٰی پر رکیک حملے کیے گئے اور ستم بر ستم یہ کہ
آج کے زمانے میں اہل قلم نے ان کو اشتراکیت کا بانی قرار دینا شروع
کر دیا ہے مارکسی نظریہ کا خالق سمجھا جانے لگا ہے۔ مسلمانوں کی اس فرزند
اسلام کی طرف سے چشم پوشی یقیناً اہل درد کی آنکھوں میں کھٹکتی ہے
کہ اہل علم و قلم احباب نے اس بطل جلیل زعیم عظیم یا پیغمبرؐ علیم سے یہ
غیر منصفانہ صرف نظر کیوں روا رکھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ راقم
ناتواں کو یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ اس مومن کامل، عاشق
آل رسولؐ، محب رسولؐ اور حبیب رب رسولؐ، نجم ہدایت ار بنی
خدمت میں اپنے عقیدت مند جذبات کا اظہار پیش کروں۔ میں کوشش
کروں گا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی
حالات پر مختصراً مگر سیر حاصل روشنی ڈالوں کہ آپ کی علمی حیثیت
اسلامی، اقتصادی نظریہ، فضائل و مناقب اور حالات مصائب
سے عبوری واقفیت ہو جائے نیز اس شبہ و الزام کا بھی ازالہ ہو
جائے کہ جناب ابوذرؓ اشتراکیت یا کمیونزم جیسے لغو نظریات
کے خالق تھے۔ حالانکہ آپ خالص توحید پرست، کٹر مومن اور حقیقی
عاشق رسولؐ و اہلبیتؑ رسولؐ تھے۔ اُن کے جسم مبارک کے ایک
ایک قطرہ خون میں محبت اہل بیتؑ رچی بسی تھی ان کے رگ و پے میں
مودت و الفت کا خون دوڑ رہا تھا وہ ثقلین رسولؐ کے نظریہ
پر ایمان رکھتے تھے اور انھیں کے نقش قدم پر دوڑتے تھے۔ حضرت
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے مطیع و پیرو کار تھے اور
اُن ہی کے سکھائے ہوئے نظریات کا پرچار کیا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ

خاص تھی جس کی پاداش میں انھیں سکھ کی سانس لینا نصیب نہ ہو سکا
محبت دین کے جنون حقیقی میں انھوں نے سرمایہ دارانہ نظام سے
ٹکر لی اور انتہائی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ کسی ڈر کا وٹ کو خاطر میں
نہ لائے اور جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کا واشگاف اعلان
فرماکر جہاد کبیر فرماتے رہے۔ اصولوں پر کسی سودا بازی پر آمادہ
نہ ہوئے اور صداقت کی راہ میں کھڑی ہوئی ہر دیوار سے ٹکرا
گئے۔ آپ نے استبدادی قوتوں کا مردانہ وار مقابلہ فرمایا۔
اور آئین وفا کی ہر شق کے پابند رہے حتیٰ کہ آج ابوذرؓ کی صداقت
دہریوں اور بے دینوں نے بھی تسلیم کر لی۔ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

گماں آباد ہستی میں یقیں مرد مسلماں کا
بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زور حیدرؓ، صدق بوذرؓ، فقر سلمانیؓ

نام ونسب و حُلیہ

حضرت ابوذرؓ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا اصلی نام جندب بن جنادہ ہے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد رسول مقبولؐ نے میرا نام عبداللہ رکھا ہے اور یہی نام مجھے پسند ہے چونکہ آپ کے فرزند اکبر کا نام " ذر" تھا لہٰذا جناب کی کنیت "ابوذر" تھی۔ ذر کے لغوی معنی خوشبو اور طلوع و ظہور کے ہیں۔

آپ جنادہ بن قیس ابن صغیر بن حزام بن غفار کے چشم و چراغ تھے آپ کی والدہ محترمہ رملہ بنت رفیعہ غفاریہ تھیں۔ آپ عربی النسل اور قبیلہ بنی غفار سے تھے اسی لئے آپ کے نام کے ساتھ "غفاری" لکھا جاتا ہے۔ آپ گندمی رنگت کے طویل القد السان تھے نحیف الجسم تھے۔ آپ کا چہرہ روشن تھا اور کنپٹیاں دھنسی ہوئی

تھیں کمر خمیدہ ہو گئی تھی۔

عہدِ جاہلیت کے مختصر حالات

حضرت ابوذر غفاری رحمت اللہ علیہ کے قبل از قبول اسلام کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ دینِ اسلام سے نابلد تھے تاہم توفیقِ الٰہی نے اس وقت بھی انھیں وحدانیت کے نور سے منور کر رکھا تھا اس پُرشرک زمانے میں بھی آپ توحید خداوندی کا تصور اپنے روشن قلب میں رکھتے تھے۔ اُنھوں نے خود اپنے ایک بھتیجا پر اس بات کا انکشاف فرمایا کہ ملاقاتِ رسولؐ سے تین برس پہلے انھوں نے خدا کی نماز ادا فرمائی اور بُت پرستی سے اکثر اجتناب برتا۔ اس کی وجہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جناب ابوذرؓ اکثر تفکرِ خالق میں رہا کرتے تھے اور اُن کی عبادت کی بنیاد تفکرِ خداوندی پر تھی (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ بات نقل کی ہے چنانچہ مولوی شبلی نعمانی اپنی سیرۃ النبیؐ میں تحریر کرتے ہیں کہ ابوذرؓ بت پرستی ترک کر چکے تھے۔ اور غیر معین طریقے سے جس طرح ان کے ذہن میں آتا تھا خدا کا نام لیتے تھے اور نماز ادا کرتے تھے جب حضورؐ کا چرچا سُنا تو اپنے بھائی کو آپؐ کی خدمت میں صحیح صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا جو آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور قرآن شریف کی کچھ سورتیں سنکر واپس جاکر ابوذرؓ سے کہا کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جسے لوگ مرتد کہتے ہیں وہ مکارمِ اخلاق سکھاتا ہے اور جو کلام وہ سُناتا ہے وہ شعر و شاعری نہیں بلکہ کچھ اور ہی چیز ہے تمھارا طریقہ اس سے بہت ملتا جلتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سخت قحط پڑا قبیلہ غفار کے گمان میں

یہ خشک سالی اُن کے بُت معبودوں کی ناراضگی کے باعث تھی چنانچہ سرداران قوم نے فیصلہ کیا کہ بتوں کو راضی کیا جائے۔ انھوں نے "منات" بُت کو منانے کے لئے طرح طرح کی قربانیاں دی اور خوب انکساری سے گڑگڑا کر دُعائیں مانگیں مگر ایک قطرۂ بارش بھی نہ ٹپکا۔ حضرت ابوذرؓ کے بھائی انیس اُن کو بھی زبردستی منات کی پوجا کے لئے لے آئے تھے اور اُن کی بے رغبتی دیکھکر بار بار اُن کو بتوں کی توصیف سُناتے اور اُن سے خوف زدہ کرتے مگر آپ سُنی ان سُنی کئے رہتے ان ہی قصہ کہانیوں میں کچھ ایسے قصے بھی آئے کہ لوگوں نے بتوں کی گستاخیاں کیں مگر ان کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ حضرت ابوذرؓ اپنے تفکرات میں کھوئے ہوئے یہ سب باتیں سُنتے رہے حتیٰ کہ لوگوں کو نیند آگئی مگر ابوذرؓ بیدار رہے۔ اور سوچنے لگے کہ "منات" آخر ایک پتھر کا صنم ہی تو ہے۔ جو نہ ہی ہدایت دے سکتا ہے اور نہ ہی گمراہ کر سکتا ہے۔ آپ چپکے سے اُٹھے اور منات کو ایک پتھر مارا۔ منات ٹس سے مس نہ ہوا۔ پس ابوذرؓ نے من میں کہا۔ "تو عاجز ہے قادر نہیں۔ مخلوق ہے خالق نہیں نہ تجھ میں طاقت ہے نہ قوت تو ہرگز لائقِ عبادت نہیں ہو سکتا۔ بے شک میری قوم کھُلی گمراہی میں ہے کہ تجھ پر قربانیاں چڑھاتے ہیں اور جانور ذبح کرتے ہیں"، اسی تصور میں آپ سو گئے۔ جب صبح طلوع ہوئی تو منات کے پجاری پھر اس کے گرد طواف کرنے کے لئے جمع ہوئے مگر ابوذرؓ عجیب کیفیت میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آسمان کی بلندی کی طرف عالمِ تصور میں ڈوب گئے اور اجرامِ فلکی کی تخلیق میں فکر و تامل میں غرق رہے۔ حتیٰ کہ اطمینانِ قلب حدِ یقین تک آپہونچا۔ لوگ طواف کر کرا کے

روانہ ہو گئے اور جناب ابوذرؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ قافلہ
چلتا رہا۔ ابوذرؓ دریائے فکر میں غوطہ زن رہے۔ پہاڑوں کو دیکھتے
تو خالق کی صناعی پر غور فرماتے، زمین کی وسعت، آسمان کی بلندی
خلقت انسانیہ۔ چاند سورج تارے آخر کوئی تو ان سب کا بنانے
والا اور انتظام کرنے والا ہے۔ اسی سوچ بچار میں گھر آ پہنچے تو سیدھے
لیٹ گئے دل ہی دل میں کہا "بے شک آسمان کا پیدا کرنے والا
سے بڑا ہے اور انسان کا خالق انسان سے بڑا ہے اس دنیا کو
بنانے والا یقیناً بہت ہی بڑا ہے وہی عبادت کے لائق ہے
منات نہیں، نہ لات و عزیٰ۔ نہ اساف و نائلہ اور سعد بلکہ صرف
اسی کی ذات عبادت کے قابل ہے وہی خالق بدیع مصورؔ و قادر
ہے اور یہ بت محض پتھر ہیں جن میں نہ قدرت ہے نہ طاقت۔
پس اسی حالت یقین میں آپ سجدہ ریز ہوئے دل کو تسلی محسوس
ہوئی اور اسی کیفیت میں آپ محوِ خواب ہو گئے۔ جب صبح اٹھے تو
خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگے۔ اسی حالت میں حضرت
کے بھائی انیس آئے تو ابوذرؓ کو مودب انداز میں کھڑا پایا۔ دریافت
کیا کہ کیا ہو رہا ہے جواباً فرمایا کہ اللہ کے لئے نماز پڑھ رہا ہوں۔
انیس نے حیران ہو کر پوچھا کون اللہ؟ نماز تو صرف منات یا ہبل کے
لئے ہے۔ آپؓ نے فرمایا میں کسی بت کی نماز نہیں پڑھتا بلکہ میں نے
ایسے معبود کی معرفت پائی ہے جو تمہارے خداؤں جیسا نہیں
وہ عظیم ہے قادر مطلق ہے عقل اس کو پانے سے قاصر ہے۔ بس
وہ ایک حقیقی طاقت ہے جس کی میں تعظیم کرتا ہوں انیس نے دریافت
کیا کہ میرے بھائی کیا تو ایسے خدا کی پرستش کرتا ہے جسے نہ تو

دیکھ سکتا ہے نہ پا سکتا ہے۔ یہ عجیب حرکت ہے کہ تو اپنے سامنے
کھڑے معبودوں کو چھوڑ رہا ہے جنہیں تو جب چاہے دیکھ لے اور
جب مرضی پا لے۔ جناب ابوذرؓ نے فرمایا۔ اگرچہ میں اپنے معبود کو
پا نہ سکا تاہم میں نے اس کی قدرت کی نشانیاں مشاہدہ کر لی ہیں۔ یہ پتھر
کے معبود تو گونگے بہرے اور اندھے ہیں نہ ان کو نفع پر اختیار ہے نہ نقصان
پر۔ انیس نے کہا کیا تو ہمارا اور اپنے آباؤ اجداد کا مذاق اڑا رہا ہے؟
جناب ابوذرؓ نے جواب دیا کہ اے انیس! میری کیا خطا! اگر میرے
اسلاف غلطی پر تھے۔ تمہارا دین مکڑی کے جالے کی تار سے بھی
کمزور ہے۔ ذرا سوچ کر کہو کہ ہم میں سے جب کوئی سفر کرتا ہے اور قیام
کرتا ہے تو دو چار پتھر جمع کرتا ہے جو پتھر اچھا لگتا ہے اس کو خدا
بنا لیتا ہے اور باقی سے چولھا بنا لیتا ہے۔ ذرا ہوش سے جواب دو کہ
یہ پتھر کیسے معبود ہو سکتے ہیں ہمیں بھلا لگا تو عبادت کے لائق ہو گیا اگر
بھائے نہیں تو آگ کے حوالے۔ یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے۔ انیس نے
کہا کہ یہ تو ہم بحالت سفر اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کعبہ پر بھی ایسا ہی
کرتے ہیں چنا ہوا پتھر کوئی اپنی ذات کی بنا پر تو نہیں پوجا جاتا
بلکہ اساف و نائلہ (بت) کے قائم مقام کر کے پوجا جاتا ہے جو کعبہ
میں رکھے گئے ہیں۔ جناب ابوذرؓ جوش میں آئے اور فرمایا کہ اساف
اور نائلہ دو زانی تھے کیا تم زانی کی عبادت کو پسند کرتے ہو قصہ
یوں ہے کہ اساف نائلہ پر عاشق تھا دونوں بغرض حج کعبہ آئے اور
لوگوں کو غافل پا کر وہاں زنا کیا اسی وقت مسخ ہو کر پتھر بن گئے۔
اور بعد میں لوگوں نے ان کو پوجنا شروع کر دیا انیس کو یہ بات
ناگوار ہوئی اور کہا کہ تو پھر ان نشانیوں کے بارے میں تو کیا کہتا

ہے جو ان سے ظاہر ہوئیں۔ ابوذرؓ نے فرمایا ان سے تو کچھ بھی ظاہر صادر نہ ہو سکا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ ان میں تو کچھ طاقت ہی نہیں ہے ابھی کل ہم منات کو منانے کے لئے گئے کہ وہ بارش برسائے اتنی منتیں سماجتیں کی گئیں مگر ایک بوند پانی بھی نہ برسا۔ پس انیس نے کھسیانہ ہو کر کہا کہ چپ رہو تو تو ہمارے دل میں شک ڈالنے لگے ہو مجھے تو خدشہ ہے کہ کہیں میں بھی تیرے عقیدے کی طرف مائل نہ ہو جاؤں حضرت ابوذرؓ نے تبسم فرمایا کہ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تم بھی ان بتوں سے تنگ آکر خالق ارض و سما کی طرف مائل ہو جاؤ۔ انیس نے کہا کہ کیا دین چھوڑنا اتنا ہی آسان ہے کہ جتنا پرانا لباس اتار دینا؟ ابوذرؓ نے فرمایا ہاں انیس جبکہ یہ دین پھٹے پرانے کپڑے کی مانند ہے تو یہ بات ہمارے لئے یقیناً آسان ہے۔ اسی اثناء میں ان کی والدہ تشریف لاتی ہیں اور بچوں کو کہتی ہیں کہ ہم اس قحط سالی سے سخت تنگ آگئے ہیں لہٰذا تمہارے ماموں کے گھر چلتے ہیں حتیٰ کہ "اللہ تعالٰی،، حالت بدل دے چنانچہ یہ سفر پر روانہ ہوئے اور حسب عادت حضرت ابوذرؓ اپنے خیالات میں مصروف غور رہے چند روز انہوں نے اپنے ماموں کے گھر گزارے مگر ایک شرارت کے تحت ان کو مجبوراً یہ گھر چھوڑنا پڑا کیونکہ کسی بدبخت نے ان کے ماموں کو ورغلا دیا کہ اس کا بھانجا انیس اپنی ممانی پر فریفتہ ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے مقام "بطن مرو" میں رہائش اختیار فرمائی اور ایک روز بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک ایک بھیڑیا نمودار ہوا اور اس نے آپؓ کی داہنی طرف حملہ کر دیا۔ جناب ابوذرؓ نے اپنے عصا سے اُسے مار بھگایا اور غصہ میں فرمایا "میں نے تجھ سے زیادہ خبیث بُرا بھیڑیا آج تک نہیں دیکھا" باعجاز خداوندی بھیڑیئے کو قوت

گویائی ملی۔ اور اس نے کہا "خدا کی قسم مجھ سے کہیں زیادہ بدتر "اہل مکہ" ہیں کہ خداوند عالم نے ان کی طرف ایک نبیؐ کو مبعوث فرمایا ہے اور وہ لوگ اس کو دروغ گو کہتے ہیں اور اس کے حق میں ناحق کلمات ناسزا استعمال کرتے ہیں۔" یہ آواز سنتے ہی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے دل میں جستجوئے حق کا جذبہ اور فروغ پا گیا چنانچہ بلا تاخیر انہوں نے اپنے بھائی انیس کو نبی مبعوث کے حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کر دیا جب انیس واپس آئے تو جناب ابوذرؓ نے بڑے اشتیاق سے روداد دریافت فرمائی۔ انیس نے کہا۔

"میں ایک ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اے بھائی اللہ نے تیرے مسلک کے لئے اُسے بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ شاعر، ساحر اور کاہن ہے مگر وہ ہرگز شاعر نہیں کیونکہ میں شعر کی تمام قسموں سے واقف ہوں۔ میں نے اس کی باتوں کو شاعری پر جانچا تو معلوم کیا کہ اس کا کلام شعر نہیں ہے نہ ہی وہ جادوگر ہے کیونکہ میں نے جادوگروں کو بھی دیکھا ہے نہ ہی وہ کاہن ہے کہ میں بہت سے کاہنوں سے مل چکا ہوں اس کی باتیں کاہنوں جیسی نہیں ہیں۔ وہ تو عجیب عجیب باتیں کہتا ہے۔ بخدا اس کا کلام بہت شیریں تھا مگر مجھے اس کے سوا کچھ یاد نہیں رہا جو بتا چکا ہوں البتہ میں نے اُسے کعبہ کے قریب نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ اس کی ایک جانب ایک خوبصورت نوجوان جو ابھی بالغ نہیں کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس کا چچیرا بھائی علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اور اس کے پیچھے ایک جلیل القدر عورت کھڑی نماز پڑھ رہی ہے لوگوں

نے اس معظمہ کے بارے میں مجھے بتایا وہ اس کی زوجہ خدیجہ ہے۔"

قبولِ اسلام

یہ احوال سُن کر جناب ابوذرؓ بے تاب ہو گئے اور فرمایا مجھے تمھاری گفتگو سے تشفی نہیں ہوئی میں خود اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی باتیں سنوں گا۔ انہیں نے خبردار کیا کہ آپ ضرور تشریف لے جائیں مگر اس کے خاندان والوں سے ہوشیار رہیں۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ مکہ آئے اور مسجد الحرام کے قریب پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈنے لگے مگر نہ ہی آپ کا کوئی تذکرہ سُنا اور نہ ہی ملاقات کر سکے۔ رات چھانے لگی اچانک حضرت علیؑ طواف کے لئے آئے اور حضرت ابوذرؓ کے قریب سے گزرے جو کہ وہاں اجنبی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے مسافر سمجھ کر جناب امیرؑ آپ کو اپنے گھر لے آئے۔ اور انتظام شب بسری فرمایا۔ صبح ہوتے ہی حضرت ابوذرؓ نے پھر مسجد کا رُخ کیا اور رسول کریمؐ کو تلاش کرنے لگے مگر سارے دن کی جستجو کے باوجود زیارت رسولؐ نصیب نہ ہوئی۔ رات کو پھر حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے تعجب سے مقصد دریافت فرمایا۔ جناب ابوذرؓ جھجکے مگر حضرت امیرؑ نے یہ یقین دلایا کہ وہ بلا خوف اظہار کریں ان کے راز کی حفاظت کی جائے گی۔ جناب ابوذرؓ نے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے یہاں ایک نبی مبعوث ہوا ہے میں نے اپنے بھائی کو ان کی خدمت میں روانہ کیا مگر اس کی باتوں سے میری تسلی نہیں ہوئی لہٰذا میں خود اُن سے ملاقات کرنے کو بے تاب ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔

"آپ ہدایت پا گئے۔ میں ان ہی کی طرف جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے آیئے جہاں میں داخل ہوں وہاں آپ بھی داخل ہو جائیں اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو دیوار کے پاس کھڑا ہو کر اپنا جوتا درست کرنا شروع

کر دوں گا اور اگر میں ایسا کروں تو آپ واپس چلے آئیں۔" چنانچہ اِس طرح حضرت امیر علیہ السلام کی معیت میں یہ عاشق رسولؐ اپنے عزم بے پایاں میں کامیاب ہوا۔ نورِ مجسّمؐ کے چہرہ انور کی ایک مقدس جھلک نے بے خود کر دیا اور شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ بس دانہ تسبیح میں پرو لیا گیا۔ سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضروری امور کی تلقین فرمائی اور کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم دیا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نگاہ الفت سے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ

"سنو، زمانہ اسلام کا خاص دشمن ہے تم بہت محتاط رہنا۔ تم اپنے وطن واپس چلے جاؤ اور جب تک میری نبوّت زور نہ پکڑے وہیں رہو۔ جاؤ، تمھارے وطن پہنچنے سے قبل تمھارا ماموں انتقال کر چکا ہو گا اور چونکہ وہ بے اولاد ہے لہٰذا تم اس کی جائداد و مال کے وارث ہو گے" چنانچہ آپؐ حسب حکم وہاں سے واپس آئے اور اپنے ماموں کی جائداد کے مالک ہوئے آپ نے ہجرت مدینہ تک وہیں قیام فرمایا اور ہجرت کے بعد مدینہ روانہ ہوئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوذرؓ کو ایمان پوشیدہ رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی یعنی تقیّہ کی تعلیم دی تھی تاکہ دشمنوں کے مصائب و آلام سے محفوظ رہیں۔ لیکن عشق و مشک چھپنے والی چیزیں نہیں حضرت ابوذرؓ نورِ ایمان کو چھپا نہ سکے۔ جذبات ایمانیہ کا غلبہ ہوا۔ اور حضورؐ کی خدمت اقدس سے رخصت ہو کر مسجد کی طرف آئے اور قریش کے ایک گروہ کے سامنے چلا کر کہنے لگے

"اے قریش سُنو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔"

یہ سُنتے ہی قریش کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بدحواس ہو کر انھوں نے جناب ابوذرؓ کو گھیرے میں لے لیا اور اس قدر زدوکوب کیا کہ جناب ابوذرؓ غش کھا گئے قریب تھا کہ آپ کی رُوح پرواز کر جاتی مگر اچانک حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب آئے اور وہ حضرت ابوذرؓ کے اوپر لیٹ گئے۔ اور ان درندہ صفت لوگوں کو کہا کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے یہ آدمی قبیلہ غفار کا ہے جس سے تم تجارت کرتے ہو اگر اسے کچھ ہوا تو تمھیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے یہ بات سُنکر کفار حضرت ابوذرؓ کے پاس سے ہٹ گئے آپ زخموں سے چور چور ہو گئے تھے۔ بڑی مشکل سے چاہ زم زم تک پہنچے اور اپنے جسم کو خون سے پاک کیا۔ پانی نوش فرمایا اور پھر بارگاہ رسالت مآب میں تشریف لائے۔ حضورؐ نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو سخت رنجیدہ ہوئے۔ پھر فرمایا۔ "اے میرے صحابی ابوذرؓ تم نے کچھ کھایا پیا ہے؟ ابوذرؓ نے جواب دیا سرکار آب زم زم پی کر سکون حاصل کر لیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "بے شک یہ سکون بخشنے والا ہے۔" اس کے بعد آنحضرتؐ نے ابوذرؓ کو تسلّی دی اور انھیں کھانا کھلایا۔

عشاقانِ حقیقی کے نزدیک حق کی راہوں میں سہی جانے والی مصیبتوں کا ذائقہ ہی بہت لذیذ معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ جناب ابوذرؓ ایک مرتبہ ایسے شدید مصائب کا مزا چکھ چکے تھے لیکن ان کے جذبۂ ایمانی نے یہ گوارہ نہ فرمایا کہ خاموشی سے اپنے وطن کو واپس چلے جائیں۔ آپؓ کے عشق صادق اور ایمان کامل نے یہ مطالبہ کیا کہ ناہنجار قریش پر یہ واضح کر دیا جائے کہ انسانی شعور شرک و بت پرستی کے اوہام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے چنانچہ آپ اسی مضروب

حالت میں دوبارہ مسجد کی طرف پلٹے۔ اور پھر وہی کلماتِ حق باآواز بلند دُہرائے۔ اب کی بار قریش آگ بگولہ ہو گئے اور انھوں نے شور مچایا کہ اس شخص کو قتل کر دو۔ آپ پر ہر طرف سے حملہ کر دیا گیا اور اس بے دردی سے مارا کہ قریب المرگ ہو گئے۔ اس مرتبہ پھر عباسؓ بن عبدالمطلب نے آپ کی جان بچائی۔ حضرت ابوذرؓ کی ان دو جراتِ مندانہ تقریروں نے قریش کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام کی روشن کرنیں اب صفحۂ ہستی پر پھیلنا شروع ہو گئی ہیں اور وہ دن دور نہیں کہ پتھر کے خداؤں کی شان و شوکت خاک میں مل جائے گی۔

اب پھر حضرت ابوذرؓ نے آب زم زم سے اپنا جسم پاک کیا اور خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے چنانچہ حضورؐ نے آپ کی حالتِ زار ملاحظہ فرما کر حکم دیا کہ "اے ابوذرؓ اب تمھیں میرا یہ امر ہے کہ تم فوراً اپنے وطن واپس چلے جاؤ تمھارے پہنچنے سے پہلے تمھارا ماموں فوت ہو چکا ہو گا چونکہ تمھارے سوا اس کا اور کوئی وارث نہیں ہے لہٰذا اس کی جائداد کے بھی تم مالک و وارث ہو گئے تم جاؤ اور مال حاصل کرنے کے بعد اسے تبلیغ اسلام پر صرف کرو۔ میں عنقریب یثرب کی طرف ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔ تم اس وقت تک وہیں اپنا کام کرنا جب تک میں ہجرت نہ کر لوں۔ حضرت ابوذرؓ نے سر تسلیم جھکا کر عرض کیا کہ حضورؐ میں عنقریب یہاں سے چلا جاؤں گا اور اسلام کی تبلیغ کرتا رہوں گا۔

ابوذرؓ کی تبلیغی خدمات

ایمان سے مالا مال ہو کر یارِ پیغمبرؐ اپنے وطن واپس آ گیا۔ دنیوی دولت نے بھی قدم چومے اور ترویج اسلام میں پوری سعی سعید شروع کر دی۔ سب سے پہلے اپنے بھائی انیس کو حلقہ

بگوش اسلام کیا اور دونوں بھائی اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنھوں نے بلا حیل و حجت کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ ماں اور بھائی کے ایمان لانے سے حضرت ابوذرؓ کی حوصلہ افزائی ہوئی لہٰذا اہل قبیلہ کو راہ راست پر لانے کی ترکیب پر غور شروع کر دیا اسی سوچ و بچار میں ایک روز حضرت ابوذرؓ اپنے گھر سے نکل پڑے اور اپنی ماں و بھائی کے ساتھ کچھ دور جا کر اپنے حلقہ قبیلہ ہی میں ایک جگہ خیمہ زن ہوئے جب رات ہو گئی تو اہل قبیلہ اپنے اپنے خیموں میں مختلف تذکرے کرنے لگے حضرت ابوذر نے جو کان لگایا تو کچھ لوگوں کو اپنے بارے میں گفتگو کرتے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے قبیلہ کا مرد بہادر اب نظر نہیں آتا نہ کبھی بتوں کے پاس دکھائی دیا ہے اور نہ کسی سے میل جول ہے۔ کسی نے کہا ابوذرؓ کا میلان اللہ کی طرف ہے وہ آج کل مکہ میں نبوت کے دعوے دار شخص سے ملنے گیا ہوا ہے۔ ایک نے کہا نہیں وہ مکہ سے واپس آ گیا ہے اور یہاں قریب ہی اس نے اپنا خیمہ لگایا ہے چنانچہ اس بات پر ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ ابوذرؓ کے پاس جا کر معلوم کریں کہ وہ اہل قبیلہ سے کھچے کھچے کیوں رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ابوذرؓ کے خیمہ کے پاس آئے اور آپؓ سے ملاقات کی۔ ان میں سے ایک نوجوان نے دریافت کیا کہ اے ابوذرؓ آپ آخر ہم سے اس قدر دور دور کیوں رہتے ہیں۔ آپؓ نے کہا ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے میرے دل میں تمھاری گہری محبت ہے میں تو راہِ ہدایت کی تلاش میں سرگرداں رہا اور اب کامیاب ہوا ہوں کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ اب میں بتوں کے بجائے اپنے تمام افعال اور جملہ امور میں خدائے تعالیٰ کی جانب بڑھتا ہوں اور اسی

ذات کی طرف رجوع کرتا ہوں جو ایسا واحد ہے کہ اس کا ہرگز کوئی شریک نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اس خدائے واحد کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے ہمارا اور تمھارا پروردگار ہے میں تم کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ اس کار خیر اور فکر عمل میں میرے شریک ہو جاؤ اور میری طرح وحدانیت کی شہادت دو۔

یہ تقریر سُن کر اُن لوگوں کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ اُنھوں نے بتوں سے منسوب معجزات و کرامات کی جھوٹی کہانیاں دہرانا شروع کر دیں۔ آپ نے محبت و خلوص سے اُن کو بتوں کی بے بسی و عاجزی پر عقلی دلائل پیش کئے اور فرمایا کہ میں کمال تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ پتھر کے اَصنام کو مٹی میں ملا کر خدائے واحد کے سامنے سر نیاز خم کرنا فطرت کا تقاضا اور انسانیت کا فروغ ہے۔ لیکن آپ کا یہ وعظ حسنہ موثر ثابت نہ ہو سکا۔ اور ان لوگوں نے کہا ہم اس خطرہ سے اپنے سردار قبیلہ کو آگاہ کرتے ہیں کہ ابوذرؓ اس مکی نبیؐ کے جھانسے میں آ گیا ہے جو ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے یہ سُن کر حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں نے حق بات تمھیں کہہ دی ہے آگے تمھاری مرضی ہے جو جی میں آئے کر لو۔ مگر اتنا ضرور سن لو کہ وہ شخص جو مکہ میں نبوت کا مدعی ہے وہ درحقیقت نبی ہے اس کو سارے عالم کے لئے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ خالق حقیقی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے بلا شبہ اس کا یہ کہنا درست ہے کہ یہ آسمان و زمین، چاند و سورج، سیارے و ستارے، دن و رات، خشکی و تری تمام کی تمام اس ہی ذات واحد کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں اور یہ تمام کی تمام

قدرت خدائے ذوالجلال کی ذات کے لئے دلیل واضح ہے۔ نبی برحق خود تراشیدہ بتوں کے خلاف ہے اور اس کی یہ مخالفت اس لئے بجا ہے کہ بے حس، اندھے، لاچار و مجبور ہیں پس ان لوگوں نے حضرت ابوذرؓ کی یہ غیر متوقع باتیں سُنکر کہا کہ تمہاری باتیں ہماری عقلوں میں نہیں آسکتی ہیں تم ہمارے آبائی معبودوں کی توہین کرتے ہو۔ ہمارے آباؤ اجداد کی عقلوں کو ناقص و ذلیل خیال کرتے ہو ہم سردار قبیلہ کے پاس یہ سب کچھ پہنچائیں گے۔ یہ سُنکر حضرت ابوذرؓ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا مگر آپ خاموش رہے۔ اور کہا کہ سردار قبیلہ سمجھدار آدمی ہے اور وہ میری باتیں سُنکر اُن پر ضرور غور کرے گا۔ چنانچہ جلتے بھنتے یہ نوجوان راتوں رات "خفاف" سردار قبیلہ کے پاس گئے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ خفاف نے ان نوجوانوں کو تسلی دی کہ اس معاملہ کو مجھ پر رہنے دو اور تم لوگ اب آرام کرو۔ میں خود اس پر غور کرتا ہوں نوجوان تو سونے کو چل دیئے مگر خفاف کی نیند ساتھ اُڑا لے گئے۔ وہ ساری رات ابوذرؓ کے بارے میں سوچتا رہا۔ ابوذرؓ کی باتیں اس کے دل کو لگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اتنی سوچ و بچار میں اس کی عقل نے اس کی رہبری کی اور دل میں کہنے لگا کہ بے شک ابوذرؓ راہ حق پر ہیں کیونکہ حکیم عرب نے ان کی تائید کی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ حکیم عرب قلیس بن ساعدہ غلط نہیں سمجھے گا۔ اور غلط پر ایمان نہ لائے گا۔ بے شک اس عالم کے لئے کسی نہ کسی مصلح کا ہونا ضروری ہے۔ اور ایک ایسی ہستی کا وجود لازمی ہے جو سارے موجودات کو صحیح نظام کے ساتھ چلا سکے اور یہ ظاہر ہے پتھر کے بت ایسی صلاحیت سے محروم ہیں۔ اے ابوذرؓ کے خدا تو ہماری رہنمائی فرما اور ہمیں ہدایت کا راستہ دکھا کر گمراہی سے

نکال لے ان ہی خیالات میں خفاف نے رات گزار دی۔ صبح ہوئی تو سارے قبیلہ میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ ابوذرؓ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اس نے نیا دین قبول کر لیا ہے۔ اور ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ان کو قبیلہ سے خارج کر دیا جائے۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ابوذرؓ اپنے قبیلہ کے شجاع ترین آدمی تھے۔ لہٰذا یہ طے پایا کہ معاملہ بزرگان قبیلہ کے سامنے بغرض غور پیش کیا جائے چنانچہ کچھ عمر رسیدہ لوگوں کو بھڑکا کر سردار قبیلہ کے پاس بھیجا گیا کہ ابوذرؓ کی سرگرمیوں کا سدباب ہو۔ اشراف قبیلہ نے سردار سے کہا کہ ہمارے خیال میں ابوذرؓ پاگل ہو گیا ہے اور مکے کے نئے نبیؐ نے اس پر جادو چلا دیا ہے۔ خفاف نے ٹھنڈے دل سے ان بزرگوں کی باتیں سُنیں اور کہا کہ میرے رفیقو! کسی پر الزام لگانا اچھا نہیں ہے میں نے تمہاری باتیں سُن لی ہیں۔ ابوذرؓ معمولی آدمی نہیں بلکہ قبیلہ کی بلند شخصیت ہے۔ میں انہیں بلا کر ان سے باتیں کرتا ہوں تاکہ صحیح نتیجہ اخذ کر سکوں۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ کو بُلایا گیا آپؓ نے اشراف قبیلہ کی موجودگی میں خفاف کے سامنے انتہائی مدلل تقریر فرمائی جس کے اثر میں خفاف مسلمان ہو گئے۔ سردار قبیلہ کے مسلمان ہوتے ہی سارے قبیلہ کی کایا پلٹ گئی اور اکثریت نے کلمہ پڑھ لیا۔ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعی جمیلہ و بلیغہ سے قبیلہ غفار کی غالب اکثریت مسلمان ہو گئی اور نعرۂ تکبیر کی آوازوں سے ساری فضا گونج اُٹھی۔

جناب ابوذرؓ قبیلہ غفار میں اسلام کی شمع روشن کرنے کے بعد عسقان کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ یہ جگہ قریش کی گزرگاہ تھی اور آپؓ

ابھی قریشیوں کے لگائے ہوئے زخموں کو بھول نہ سکتے تھے لہٰذا وہ عموماً قریش کی گھات میں رہتے اور جو قریشی گروہ ادھر سے گزرتا آپ اسلام کو پیش کرتے یہاں تک کہ بہت سے قریشی آپؓ کے دستِ حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ادھر مدینہ کے دو بڑے قبیلے اوس و خزرج اسلام لے آئے۔ حضرت ابوذرؓ کو زیارتِ رسولؐ کی تشنگی اکثر محسوس ہوتی تھی اور آپ گن گن کر دن گزار رہے تھے کہ کب ہجرت کا وقت آئے اور میں مدینہ جاکر قدم بوسی کروں۔ جب مدینہ میں اسلام کی روشنی کی خبر معلوم ہوئی تو آمادہ سفر ہوئے راستہ میں رافع بن مالک الزرمی سے ملاقات ہوئی اور اُن سے اسلام دبائی اسلام کے حالات پر تبادلہ خیالات کیا۔ الغرض حضورؐ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے۔ جب قبیلہ غفار کو یہ خبر ملی تو بہت مسرور ہوئے۔ حضرت ابوذرؓ انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے پر بہت شاداں تھے آپ کی نگاہیں راہوں میں بچھی ہوئی تھیں۔ جب موجِ سعادت کو محسوس کر کے قلبِ مشتاق کو اطمینان نصیب ہوا۔ اچانک ایک اونٹ کو آتے دیکھا۔ اہل قبیلہ جناب ابوذرؓ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے کہ اچانک آپؓ نے بلند آواز میں پکارا "واللہ وہ رسول اللہؐ تشریف لے آئے"۔ بڑی تیزی سے حضرت ابوذرؓ آگے ہوئے اور دوڑ کر اونٹنی کی مہار تھام لی۔ قبیلہ غفار کے مردوں عورتوں اور بچوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی نعرہ تکبیر سے فضا گونج اٹھی حضورؐ اپنے ناقہ سے اترے اور تلاوت قرآن فرما کر وعظ حسنہ فرمایا۔ لوگ حضورؐ کی بیعت کے لئے بڑھے جبکہ جناب ابوذرؓ بڑے فخریہ انداز میں تبسم بہ لب ایستادہ رہے۔ اہل قبیلہ نے حضورؐ سے عرض کہ ہمیں آپؐ کے

شاگرد ابوذرؓ نے گمراہی سے نکالا ہے۔ آنحضرتؐ نے پُرتپاک استقبال ملاحظہ کر کے خوشی سے پھولے نہ سمائے اور ہاتھ بلند فرما کر دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخشے۔ اس کے بعد قبیلہ اسلم کے لوگ آئے چنانچہ حضورؐ نے اُن کے حق میں بھی سلامتی کی دعا فرمائی۔ حضورؐ یہاں مختصر قیام کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ابوذرؓ وہاں رک گئے جنگ بدر، اُحد، اور خندق جیسی عظیم لڑائیاں گزر گئیں۔ ایک روز آپ مسجد میں مشغول عبادت تھے کہ ایک شخص کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سُنا جس میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی۔ اس سے اسقدر متاثر ہوئے کہ فوراً ہی مدینہ منورہ روانہ ہو کر حضورؐ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ ساری رات آپ مسجد نبویؐ میں بسر کرتے۔ سارا دن لوگوں سے ملتے جلتے۔ طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کرتے۔ حفظ حدیث پر پوری توجہ فرماتے اور زہد و تقویٰ سے اپنی مادی زندگی کو مالامال فرماتے۔ آب و ہوا کی تبدیلی کے باعث آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ حضورؐ نے عیادت فرمائی اور ہدایت کی کہ اس مقام پر بیرون مدینہ رہائش کرو جہاں مویشی چرتے ہیں اور صرف دودھ پیو۔ حکم رسالت مآب کی تعمیل کی اور آپ تھوڑے دنوں بعد روبصحت ہو گئے صحتیابی کے بعد فریضۂ زوجیت ادا کیا۔ مگر وہاں غسل کے لئے پانی میسر نہ آیا ابھی حکم تیمم نازل نہ ہوا تھا ادھر نماز کی فکر لگی ہوئی تھی اسی کشمکش میں ناقہ پر بیٹھ کر مدینہ آئے جوں ہی حضورؐ کی نگاہ جناب ابوذرؓ پر پڑی آنحضرت نے اس سے پہلے کہ ابوذرؓ کچھ کہیں خود ہی فرمایا کہ ابوذرؓ گھبراؤ نہیں۔ ابھی تمہارے غسل کا انتظام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک کنیز پانی لائی اور آپؓ نے غسل کیا۔ بعض مفسرین نے یہ خیال کیا ہے

کہ یہ واقعہ آیت تیمم کا سبب بنا اور حضورؐ نے ابوذرؓ کو یہ طریقہ تیمم تعلیم فرمایا۔

حضرت ابوذرؓ کو عبادت کا بہت شوق تھا سارا دن اور رات مسجد میں مشغول عبادت رہتے تھے۔ ان کا شیوۂ زندگی صرف یہ تھا کہ اللہ و رسولؐ کی پیروی اور محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام سے محبت۔ آپ کچھ تنہا پسند بھی تھے۔ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ ابوذرؓ تم زیادہ خاموش کیوں رہتے ہو اور تنہائی تمھیں کیوں پسند ہے تو آپ نے جواب دیا کہ بُرے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے۔ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ابوذرؓ زبردست عابد تھے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ اسلام لانے میں چوتھے شخص تھے جو قبول اسلام سے قبل ہی برائیوں سے کنارہ کش تھے۔ دلیری میں ان کا انفرادی مقام تھا اور حق بات کہنے سے ہرگز کسی خطرہ کی پرواہ نہ کرتے تھے تحصیل علم کا بہت شوق تھا اکثر آنحضرتؐ سے مختلف قسم کے سوالات دریافت فرماتے رہتے تھے طبیعت مشقت پسند تھی اور ذہن محققانہ پایا تھا۔ علماء کا قول ہے کہ فلسفہ فنا و بقا پر آپؓ نے سب سے پہلا وعظ کیا تھا۔

محبت رسولؐ کا مثالی واقعہ

۹ھ میں جنگ تبوک کے موقع پر حضرت ابوذرؓ بھی لشکر اسلام کے ساتھ روانہ ہوئے چونکہ آپ کا اونٹ لاغر تھا لہٰذا وہ قافلہ سے بہت پیچھے رہ گیا۔ آپؓ نے بہت کوشش کی کہ قافلہ کو جا پہنچیں مگر تین کی مسافت سے بھی زیادہ کا فرق تھا چنانچہ شوق جہاد میں آپؓ ناقہ سے نیچے اتر آئے۔ سارا سامان اپنی پشت پر لاد کر پیدل سفر شروع کیا شدید گرمی کا موسم اور پیاس کی شدت کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے آپ

پاپیادہ عالم تشنگی میں مصروف سفر رہے کہ پیاس نے بے حال کیا ادھر ادھر پانی کی تلاش کی بڑی مشکل سے ایک گڑھا ملا جس میں بارش کا پانی جمع تھا جیسے ہی پانی کا چلّو منہ کے قریب لائے نبیؐ کریم کا خیال آیا دل میں سوچا کہ رسولؐ سے پہلے پانی نہیں پینا چاہیئے۔ بس ایک لوٹا بھرا اور پھر سفر شروع کر دیا۔ جیسے ہی آپ تبوک کی سرحد پر پہنچے تو مسلمانوں کی نگاہ آپ پر پڑی مگر آپ کو پہچان نہ سکے حضورؐ کی خدمت میں ایک پریشان حال مسافر کی آمد کی خبر دی حضورؐ نے اطلاع پاتے ہی فرمایا کہ وہ میرا ابوذرؓ ہے۔ بھاگ کر جاؤ وہ پیاسے ہیں ان کے لئے پانی لے جاؤ۔ اصحاب مشکیزہ آب لے کر پہنچے اور ابوذرؓ کو سیراب کیا اور حضورؐ کے پاس لے آئے۔ آپؐ نے مزاح پرسی فرمائی اور پوچھا اے ابوذرؓ تمھارے پاس پانی تھا پھر تو پیاسا کیوں رہا؟ ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پانی تھا مگر میں اسے پی نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ پانی میں نے راستہ میں ایک پتھر کے دامن میں پالیا تھا جو بہت ٹھنڈا تھا لیکن میرے دل نے یہ گوارہ نہ کیا کہ اسے میں آپؐ سے پہلے خود پی لوں۔ میں یہ آب خنک آپ کے لئے لایا ہوں جب آپؐ نوش فرمائیں گے تب میں اس کو منہ لگاؤں گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُنکر ارشاد فرمایا۔

"اے ابوذرؓ! خدا تم پر رحم کرے گا۔ تم تنہا زندگی بسر کرو گے۔ تنہا دنیا سے اٹھو گے۔ تنہا مبعوث ہو گے۔ تنہا جنّت میں داخل ہو گے اور اہل عراق کا ایک گروہ تمھارے سبب سے سعادت حاصل کرے گا۔ یعنی وہ تمھیں غسل دے گا۔ کفن پہنائے گا اور تم پر نماز پڑھے گا۔"

اس واقعہ سے جہاں جناب ابوذرؓ کی بے مثال محبت رسولؐ کا پتہ چلتا ہے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ نے جناب ابوذرؓ کو آئندہ کے احوال سے باخبر کر دیا تھا۔

بشارت جنت

حضرت ابوذرؓ کا شمار اُن اصحاب مبشرہ میں ہے جنکو اس دُنیا ہی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دے دی۔ مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ مسجد قبا میں تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد بہت سے اصحاب حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص سب سے پہلے اس مسجد کے دروازہ سے داخل مسجد ہوگا وہ اہل بہشت سے ہوگا۔ یہ سنکر چند اصحاب آپ کے پاس سے اُٹھ کر باہر چلے گئے تاکہ داخل مسجد ہونے میں سبقت کریں۔ اصحاب کے اس عمل پر حضورؐ نے فرمایا کہ اب بہت سے لوگ داخل ہونے میں ایک دوسرے پر سبقت کریں گے اور داخل مسجد ہوں گے مگر چونکہ یہ مسابقت غیر مرغوب ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ جتنے لوگ اس مسجد کے دروازے سے داخل ہوں گے ان میں سے جو کوئی مجھے "ماہِ آذر" کے ختم ہو جانے سے مطلع کرے وہ اہل بہشت سے ہوگا تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ داخل مسجد ہوئے آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ یہ بتاؤ یہ مہینہ رُومی مہینوں میں سے کونسا ہے۔ ان لوگوں میں حضرت ابوذرؓ بھی تھے جو تنہا باہر سے آنے والوں میں صحیح آنے والے تھے رسول اللہؐ کے اس سوال پر تمام لوگ لاجواب رہے لیکن حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ مولا ماہِ آذر (چیت) ختم ہو چکا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے لیکن میں نے یہ ظاہر کرنے کے لئے تم سے سوال کیا ہے کہ لوگ سمجھ لیں کہ تم اہل بہشت سے ہو۔

اے ابوذرؓ تم کو میرے اہل بیتؑ کی دوستی میں حرم سے نکالا جائے گا۔ تم عالم غربت میں زندگی بسر کرو گے اور عالم تنہائی میں دُنیا سے اُٹھو گے تمہاری تجہیز و تکفین کی وجہ سے اہل عراق کا ایک گروہ سعادت حاصل کرے گا اور بہشت میں میرے ہمراہ ہوگا۔

محافظ شیر

تفسیر امام حسن عسکریؑ میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ خاصانِ خدا اور مقربین اصحاب رسولؐ سے تھے ایک دن خدمتِ رسولؐ میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس ساٹھ گوسفند ہیں جن کی مجھے حفاظت کرنی پڑتی ہے مگر میرا دل یہ گوارہ نہیں کرتا کہ میرے یہ لمحات صحبت رسولؐ سے خالی رہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ابوذرؓ تم واپس اپنے مقام پر جا کر ان گوسفندوں کا بندوبست کرو۔ حکم رسولؐ ملتے ہی واپس آ گئے۔ ایک روز مشغول نماز تھے کہ ایک بھیڑیا آگیا دل میں سوچا کہ نماز تمام کر لوں یا اپنے جانوروں کی حفاظت کروں خیال میں فیصلہ کیا کہ گوسفند جاتے ہیں تو جاتے رہیں نماز تو پوری کر لو۔ مگر ساتھ ہی شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اگر بھیڑئیے نے سارے جانور ہلاک کر دیئے تو پھر کیا بنے گا مگر فوراً ہی جذبہ ایمان بولا کہ خدا کی توحید، محمدؐ کی رسالت اور علیؑ کی ولایت جیسی دولت جس کے پاس ہو اس کو اور کیا چاہئے۔ گوسفند جاتے ہیں تو جاتے رہیں۔ نماز کیوں جائے۔ لہٰذا صمیم قلبی سے نماز میں مشغول رہے۔ بھیڑیا آیا اور اس نے پہلا حملہ کیا کہ ایک بچہ لے چلا۔ ابھی وہ چند قدم ہی گیا ہوگا کہ ایک شیر نمودار ہوا اور اس نے بھیڑئیے کو ہلاک کر دیا اور گوسفند کے بچے کو اس سے چھین کر گلہ میں پہنچا دیا۔ پھر امر ربیؐ سے گویا ہوا۔
"اے ابوذرؓ! تم اپنی نماز میں مشغول رہو حق تعالیٰ نے مجھے

تمہارے گوسفندوں پر موکل کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک تم نماز سے فارغ نہ ہو جاؤ میں تمہارے گوسفندوں کی حفاظت کرتا رہوں۔"

پس جناب ابوذرؓ نے کمال آداب و شرائط سے نماز قائم کی جب نماز سے فراغت پائی تو شیر حضرت ابوذرؓ کے قریب آیا اور اس نے پیغام دیا کہ اے ابوذرؓ بارگاہ رسالتؐ مآب میں حاضر ہو کر اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ایک صحابی کے لئے اس کے گوسفندوں کی حفاظت پر شیر کو مقرر کر دیا ہے۔ جناب ابوذرؓ خدمت رسولؐ میں آئے اور یہ واقعہ سنایا حضورؐ نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ تم بالکل سچ کہتے ہو۔ میں (محمدؐ) علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ تمہاری تصدیق کرتے ہیں اس کے بعد ابوذرؓ واپس ہوئے۔

اس واقعہ پر کچھ کج عقیدہ اور ناقص الایمان لوگوں کو اعتبار نہ آیا آپس میں چرمے گوئیاں شروع کر دیں، کچھ نے امتحان کی ٹھان لی۔ ایک دن چپکے سے اس جگہ آ پہنچے جہاں ابوذرؓ اپنے جانوروں کو چرا رہے تھے چنانچہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نماز کے وقت شیر ان گوسفندوں کی حفاظت کرتا تھا اور اگر کوئی جانور گلہ سے جدا ہوتا تو وہ شیر اسے اندر داخل کر لیتا جب حضرت ابوذرؓ نماز ختم کر چکے تو شیر نے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے جانور پورے کر لو میں نے ان کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ اس کے بعد وہ شیر اُن چھپے ہوئے منافقوں سے متوجہ ہو کر بولا۔

"اے گروہ منافقین! کیا تم اس امر سے انکار کرتے ہو کہ خدا نے مجھے اس شخص کے گوسفندوں کی حفاظت کے لئے موکل فرمایا ہے جو حضرت

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی آلؑ پاک کا دوست ہے اور تقرب خداوندی کے لئے ان ہی بزرگوں کا وسیلہ ڈھونڈتا ہے میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے محمدؐ اور آل محمدؐ کو گرامی کیا ہے کہ خداوند قدیر نے مجھے ابوذر کا تابع فرمان اور مطیع قرار دیا ہے۔

خبردار رہو اگر ابوذرؓ اس وقت مجھے حکم دیں کہ میں تم سب کو ہلاک کر دوں تو میں بالتحقیق تم لوگوں کو بلا تاخیر پھاڑ کھاؤں۔"

یہ منظر دیکھکر اُن لوگوں کی جان حلق میں اٹک گئی مگر شیر غائب ہو گیا اور یہ اپنا سا منہ لے کر واپس ہوئے جب پھر ابوذرؓ بارگاہ رسولؐ میں حاضر ہوئے تو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ

"اے ابوذرؓ! تم نے اپنے خالق کی اطاعت کے سبب یہ شرف حاصل کر لیا ہے کہ جنگل کے جانور تک تمھارے مطیع کر دیئے گئے ہیں۔ بے شک تم ان بندوں میں بڑا مقام رکھتے ہو جن کی تعریف قرآن مجید میں نماز کے قائم رکھنے کے متعلق کی گئی ہے۔" (حیات القلوب)

اسلامی اخلاق و عادات

عقل کو اسلام سے جدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ چونکہ مرد عاقل تھے لہٰذا ان کی غیر اسلامی زندگی میں بھی اسلام کی مخالفت نظر نہیں آئی جب وہ پرچم اسلام تلے آ گئے تو ایسا معلوم ہوا کہ مالا کا ایک کھویا ہوا موتی دوبارہ زینت بننے کے لئے مل گیا۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوذرؓ اسلام لانے کے بعد نکھرتے چلے گئے ہیں۔ پاکیزگی نفس، خالص عقیدت، مخلص ایمان یقین محکم اور حسن و کمال سیرت کا جو مظاہرہ اس صحابی رسولؐ کی زندگی کے مطالعہ سے ہوتا ہے وہ ممتاز حیثیت رکھتا ہے آپ کی سیرت بالبصیرت ہر طبقہ کے لئے مشعل راہ ہے ظہور اسلام کے بعد

انھوں نے لوگوں کو مواعظ و نصائح سے سیراب فرمایا۔ اخوت و محبت اور حقیقی مساوات کا سبق سکھایا۔ اطاعت خدا و رسولؐ اور اولی الامر کا راستہ واضح فرمایا۔ اور عقل سلیم کے فلسفہ کو مبرہن طریقوں سے پیش کیا۔

زہد کا یہ عالم تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

شبیہ عیسیٰؑ

"ابو ذرؓ میری اُمت میں حضرت عیسیٰؑ کی زہد میں مثال ہیں۔" اور فرمایا رسول اللہؐ نے کہ۔

"جو یہ چاہے کہ عیسیٰؑ کے زہد و تواضع کو دیکھے تو وہ ابوذرؓ کی طرف نگاہ کرے (ابوذر غفاری ص۵۷)

حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا سے سخت بیزار ہوں اور دو ٹکڑے روٹی اور دو ٹکڑے کپڑا کے علاوہ کچھ نہیں جانتا روٹی کے ٹکڑے صبح و شام کھانے کے لئے اور کپڑے کے ٹکڑے گردن اور کمر پر باندھنے کے لئے یہ بات آپؓ کے زہد کی منزل روشناس کراتی ہے۔

مورخین اور محدثین کو اس بات سے مکمل اتفاق ہے کہ حضرت ابوذرؓ علم کے عظیم مدارج پر فائز تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ رسول علیم نے میرا سینہ علم سے بھرا ہے۔ آپؓ کہتے ہیں کہ اگر آسمان میں کوئی فرشتہ بھی حرکت کرتا تھا تو میں اس کے متعلق حضورؐ سے کچھ معلومات حاصل کر لیتا تھا۔ سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

"حیدر کرارؓ، افضل الصحابہ و باب العلم کی اس شہادت کو پڑھو اور خود غور کرو کہ اگر انھوں نے ایسا فرمایا تو کیا غلط فرمایا۔ فرماتے ہیں ابوذرؓ سخت حریص اور لالچی تھے۔ لالچی دین کی پیروی

کرنے میں اور اس کی باتوں پر عمل کرنے میں اور حریص علم حاصل کرنے میں تھے۔ بہت زیادہ رسول اللہؐ سے پوچھا کرتے تھے۔ پھر انھیں کبھی جواب دیا گیا اور کبھی نہیں اس پر بھی ان کا پیمانہ بھر گیا حتیٰ کہ لبریز ہو گیا۔"

مولا علیؑ باب مدینۃ العلم کی یہ گواہی حضرت ابوذرؓ کے تبحر علمی کے لئے بہت کافی ہے اور جناب ابوذرؓ کبھی کبھار جوش میں آکر کہہ جایا کرتے تھے جیسا کہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے۔

"ہم رسول اللہؐ سے اس وقت بچھڑے ہیں کہ فضاء آسمانی میں بازو ہلا کر اڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں رہ گیا تھا کہ ہمیں اس کے متعلق کوئی خاص بات معلوم نہ ہوئی ہو۔"

حضرت ابوذرؓ اوّل درجہ کے محدث تھے فصاحت و بلاغت پر دسترس کامل رکھتے تھے متقی مسلمان کا صحیح نمونہ تھے۔ اسی لئے لوگوں کے قبلہ بن گئے تھے ایک روز مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور احادیث نبوی کی تعلیم دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا "کاش! میں نبی کی زیارت کرتا" ابوذرؓ نے فرمایا حدیث پیغمبرؐ ہے کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے اور کہیں گے کاش! ہم رسول اللہؐ کو دیکھتے چاہے ان کی اولاد اور مال چھن جائے۔

حضرت ابوذرؓ اخلاق کے اعلیٰ منازل و مدارج پر فائز تھے۔ آپ پر صحبت پیغمبرؐ کا نمایاں رنگ چڑھ چکا تھا اسوۂ حسنہ کا جلوہ نظر آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کردار میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس پر انگشت اعتراض اٹھائی جا سکے۔ آپ کی پوری

زندگی اخلاق کی بے نظیر مثال ہے۔ حضرت ابوذرؓ تعلیم اخلاق کے مبلغ تھے اور فرماتے تھے کہ حضورؐ نے اس سلسلہ میں سات باتوں کی ہدایت فرمائی ہے۔

۱۔ فقراء و مساکین کو دوست رکھنا اور انھیں اپنے قریب رکھنے کی کوشش کرنا۔ ۲۔ اپنے حالات کو سنوارنے کے لئے اپنے سے کم حیثیت کے لوگوں پر نظر رکھنا اور اپنے سے بڑی حیثیت کے لوگوں کی طرف توجہ نہ کرنا۔ ۳۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا اور قناعت کو اپنا شعار قرار دینا۔ ۴۔ صلہ رحم کرنا یعنی اپنے اقربا کے ساتھ پوری ہمدردی کرنا۔ اور ان کے آڑے وقت ان کے کام آنا۔ ۵۔ حق بات کہنے میں کوئی باک نہ کرنا چاہے ساری دُنیا دشمن ہو جائے۔ ۶۔ خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ ۷۔ ہمیشہ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ کا ورد کرتے رہنا۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔

" اے ابوذرؓ! تدبیر سے بہتر کوئی عقل (سائنس) نہیں اور اپنے نفس پر قابو پانے سے بہتر کوئی پرہیز گاری نہیں اور حسن اخلاق سے بہتر دُنیا میں کوئی حُسن نہیں "

جب ہم حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات پاک کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے آپ اکثر مساکین و فقراء کو سینے سے لگائے رہتے تھے۔ آپ ان خوش نصیب صحابہ رسولؐ میں سے تھے جن کے رگ و ریشہ میں بوئے اسوۂ

...سنہ سنائی ہوئی تھی: آپ فرمایا کرتے تھے مجھے میرے رسولؐ کا ...حکم ہے کہ جو تم کھاتے ہو وہی اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں کو کھلاؤ۔ ...اور جو خود پہنو وہی اُن کو بھی پہناؤ۔ چنانچہ آپؓ نے اس حکم رسولؐ کو تعمیل ...میں کوتاہی نہ برتی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے آپ اپنے دولت کدہ سے ...باہر تشریف لائے راستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے ...دیکھا کہ جس طرح کا لباس حضرت ابوذرؓ نے زیب تن فرمایا ہے ...وہی لباس اُن کے غلام نے بھی پہن رکھا ہے وہ شخص معترض ہوا ...کہ آقا و غلام کا ایک لباس ہے آپ نے جواب دیا کہ مجھے میرے مرشد ...نبی کا یہی امر ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں خلاف حکم پیغمبرؐ خود ...پہنوں اور اپنے غلام کو کچھ اور پہناؤں۔

آپ کا طرز بود و باش اور ظاہری وضع قطع بالکل سادہ تھی۔ ...لباس و پوشاک میں زرق برق ملبوسات پسند نہ کرتے تھے۔ طہارت کا ...خیال ضرور فرمایا کرتے تھے مگر وضع قطع پوشاک کی پرواہ نہ کرتے تھے ...بال الجھے رہا کرتے تھے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ احباب نے زبردستی نہلا ...دھلا کر کنگھی وغیرہ کی آپ کا بستر ایک معمولی چٹائی تھا۔ الغرض آپ کی ...زندگی کا معیار رہن سہن بالکل ایک عام شریف النفس انسان ...طرح تھا۔

حضرت ابوذرؓ باوجودیکہ سادہ طرزِ زندگی پر عامل تھے مگر وہ رہبانیت کے قائل ہرگز نہ تھے۔ آپؓ نے سنّت رسولؐ کی پیروی میں شادی ...بھی فرمائی آپ نے تمام حقوق زوجیت کا لحاظ کما حقہٗ رکھا۔ آپ کی ...زوجہ کا رنگ سیاہی مائل تھا اور لوگ کبھی کبھار یہ طعنہ بھی دیتے ...تھے مگر آپؓ نے اسی بیوی کو اپنا ملکہ خانہ قرار دیا۔ آپؓ اپنی بیوی کا

کافی خیال رکھتے تھے۔ اسی طرح مہمان نوازی اور تواضع داری حضرت ابوذرؓ کی نمایاں صفات تھیں۔

صدق ابوذرؓ

جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے اور سچائی وہ صفت اعلیٰ ہے جس پر بڑی سے بڑی شخصیت بھی ثابت نہیں رہی لیکن جناب ابوذر رحمت اللہ علیہ کے لئے اس خصوصی صفت کے واسطے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نص فرمائی۔ چنانچہ رسولؐ صادق نے صدق ابوذرؓ کی ضمانت یوں ارشاد فرمائی۔

"سایہ آسمان تلے اور زمین کے فرش کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں"

(ازالۃ الخفا جلد ۱ صہ ۲۸۲ شاہ ولی اللہ دہلوی)

حضرت ابوذرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معتمد اصحاب میں تھے چنانچہ حضورؐ نے غ۔ وہ ذات الرقاع میں آپ کو مدینہ منورہ میں قائم مقام فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابوذرؓ کو ردیف النبیؐ ہونے کا بھی شرف اکثر مرتبہ نصیب ہوا۔ اسی طرح حضرت ابوذرؓ پر حضورؐ کا پورا پورا اعتماد تھا کہ کئی راز آپؐ نے حضرت ابوذرؓ کو بتا دیئے تھے۔ حضرت ابوذرؓ ان خوش قسمت اصحاب میں ہیں جن کو دفن رسولؐ میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔

رحلت پیغمبرؐ کے بعد حضرت ابوذرؓ نے کبھی حکومتی محلوں کو وقعت نہ دی بلکہ ہمیشہ خانہ مرکز ہدایت و معدن نبوت اہل بیتؑ اطہار کا طواف کرتے رہے۔ اسی ناکردہ گناہ کی سزا میں عموماً ضیق یافتہ رہے۔

---

۱ کسی سواری پر پیچھے بیٹھنا اور آگے سے کمر تھام کر بیٹھنا۔

جب سقیفہ کی سازش کا ظہور ہوا اور مسلمانوں میں دھینگا مشتی چلی تو اس شیر دل بزرگ نے مسجد النبی میں ایک دلیرانہ تقریر فرمائی۔

"اے گروہ قریش! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کس غفلت میں پڑے ہوئے تم نے رسولؐ کی قرابت کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ خدا کی قسم عرب کی ایک جماعت مرتد ہو گئی ہے اور دین میں شکوک کے رخنے ڈال دیئے ہیں۔ سنو! امر خلافت اہل بیتؑ کا حق ہے۔ یہ جھگڑا فساد اچھا نہیں ہے۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ اہل کو نا اہل قرار دیتے ہو اور نا اہل کو سر پر اٹھاتے ہو۔ خدا کی قسم تم سب کو معلوم ہے کہ رسولؐ خدا نے بار بار فرمایا ہے کہ خلافت و امارت میرے بعد علیؑ کے لئے پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر میری پاک اولاد اس کی مالک ہو گی۔ تم نے قول رسولؐ اور خدا کے حکم کو نظر انداز کر دیا تم اس عہد اور حکم کو بھول گئے جو تم پر عائد کیا گیا تھا تم نے فانی دنیا کی اطاعت کر لی اور آخرت کو فروخت کر دیا جو باقی رہنے والی ہے اور جس میں جوان بوڑھے نہ ہوں گے اور جس کی نعمتیں زائل نہ ہوں گی جس کے رہنے والوں پر رنج و غم طاری نہ ہو گا۔ جس کے مکینوں پر ملک الموت کا زور نہ ہو گا۔ ایسی قیمتی چیز کو تم نے فانی دنیا کے عوض بیچ دیا پر تم لوگوں نے ایسا ہی کیا جس طرح پہلی امتوں نے کیا۔ انھوں نے کیا تھا کہ جب ان کا نبی انتقال کر گیا تو انھوں نے بیعت توڑ دی اور رجعت قہقری کر گئے۔ انھوں نے معاہدے ختم کر دیئے اور احکام بدل دیئے۔ اور دین کو مسخ کر دیا۔ تم نے ان سے وفاداری کا پورا ثبوت دیا۔ اے گروہ قریش! تم بہت جلد اپنی کرتوت کا بدلا

پاؤ گے اور تمھیں اپنی بدکاری کا نتیجہ مل جائے گا۔ وہ چیز تمھارے سامنے آجائے گی جو تم نے اپنے کردار سے بھیج دی ہے۔ خبردار رہو۔ اچھی ہو گا درست ہو گا کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔"

(ابوذر الغفاری صـ ۱۱۳)

یہ تقریر اس موقعہ پر کی گئی ہے جب حکومت کی تلوار سروں پر لٹک رہی تھی اور لوگوں کی زبانیں بند کرا دی گئی تھیں ایسے خطرناک حالات میں صدیق امتؐ حضرت ابوذرؓ غفاری کا یہ عظیم الشان خطبہ اُن کی بے مثال جراءت و حق گوئی کا آئینہ دار ہے۔ حضرت ابوذرؓ کے مقدر کا ستارہ اس قدر روشن تھا کہ خاندانِ رسولؐ میں اُن کی ہر اہم موقعہ پر ضرورت محسوس کی جاتی تھی چنانچہ جب سیدہ طاہرہؑ کا وصال ہوا تو غسل سے فراغت پانے کے بعد حضرت امیر علیہ السلام نے امام حسنؑ کو حضرت ابوذرؓ کو بلانے بھیجا چنانچہ آپ تشریف لائے اور صدیقۃ العالمین کی نماز جنازہ میں اُس صدیق اُمت نے شرکت کا شرف پایا۔ حضرت ابوذرؓ کے لئے طبعًا یہ مشکل تھا کہ حق گوئی سے زبان بند رکھیں چنانچہ وہ دورِ حضرت ابوبکرؓ میں اکثر آل رسولؐ کی حمایت میں تقاریر فرماتے رہتے اور روضۂ اقدس کی مجاورت میں رہتے باوجودیکہ ان کی سرگرمیاں حکومت وقت کو گوارہ نہ تھیں مگر انھوں نے مصلحت کے تحت اپنا رویہ نرم رکھا البتہ خفیہ طور پر آپؓ کو مجنون و مجذوب مشہور کرنے کی کوشش کی تاکہ لوگ اُن کی باتوں کو وقعت نہ دیں۔ حضورؐ اکرم نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت ابوذرؓ کو ایک نصیحت فرما دی تھی جس کی صحیح

مصلحت اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ "جب کوہ سلع تک شہر کی آبادی بڑھ جائے تو اے ابوذرؓ تم شام کی طرف چلے جانا"۔ چنانچہ جب حضرت عمر کے زمانہ میں فتوحات کا اضافہ ہوا تو اس حکم رسولؐ کی تکمیل میں حضرت ابوذرؓ نے شام کی طرف کوچ فرمایا اور دس سال کا عرصہ مدینہ سے باہر گزارا جب حضرت عثمان حاکم ہوئے تو پھر آپ واپس مدینہ آ گئے۔ حضرت عثمان کے دورِ حکومت میں بنی اُمیہ نے قومی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنا شروع کر دیا جناب ابوذرؓ کو حکومت کی اس دھاندلی سے اختلاف ہوا۔ لہٰذا انھوں نے حکومت کی اس پالیسی پر کڑی نکتہ چینی کی پس حضرت عثمان نے ان پر سخت پابندیاں عائد کر دیں لیکن ان پابندیوں سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو جلاوطن کر دیا جائے پس ان کو زبردستی شام بھیج دیا گیا۔ شام میں آکر حضرت ابوذرؓ کو معاویہ سے واسطہ پڑا۔ یعنی آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ ابوذرؓ کے وعظ معاویہ کے لئے دردِ سر بن گئے۔ لہٰذا اس نے ابوذرؓ کو قتل کی دھمکی دی۔ جب جناب ابوذرؓ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔

"اُمیہؔ کی اولاد مجھے فقر اور قتل کی دھمکی دیتی ہے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ فقیری مجھے تونگری سے زیادہ مرغوب ہے اور زمین کے اندر ہونا مجھے زمین کے باہر ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ نہ میں قتل کی دھمکی سے مرعوب ہوتا ہوں اور نہ مرنے سے ڈرتا ہوں"۔

(ابوذر الغفاری صـ ۱۲۲)

چنانچہ حضرت ابوذرؓ حقیقی اسلامی نظام اقتصادیات کا پرچار

کرتے رہے۔ معاویہ نے عاجز آکر حضرت ابوذرؓ کو خریدنے کی کوشش کی اور تین سو دینار سرخ کی ایک تھیلی ایک ملازم کے ہاتھ روانہ کی مگر حضرتؓ نے اُسے ٹھکرا دیا۔ حضرت ابوذرؓ کے پاس دو ہی موضوع سخن تھے۔ اسلام کی معاشی پالیسی۔ اور مؤدۃ آل محمدؐ۔ چنانچہ ان ہی دو مضامین پر آپ مسلسل لوگوں میں تبلیغ کرتے رہے جس کے نتیجہ میں ہر طرف سے ابوذرؓ کو مصائب نے گھیرا ڈال دیا۔ معاویہ کی حکومت کے ہاتھوں بڑی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں۔ مگر انھوں نے تمام آلام کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا آپ کے پائے استقلال میں ہرگز لغزش نہ آئی اس پر حکومت نے اپنے متشددانہ رویہ میں زیادتی کرنا شروع کر دی۔ اور اعلان عام کرا دیا کہ ابوذرؓ کی مجلس میں کوئی شخص شرکت نہ کرے۔ لیکن لوگ پھر بھی آپ کی صحبت کا شرف پانے آتے حضرت منع فرماتے اس خیال سے کہ کہیں یہ بیچارے حکومت سے متوجب سزا نہ ہوں۔ مگر لوگ آپ کی تقریریں جوش و شوق سے سنتے۔ معاویہ نے حضرت عثمان کو شکایت کی اور حضرت ابوذرؓ کو قید کر لیا۔ چنانچہ حضرت عثمان نے انھیں واپس مدینہ بلا لیا اور معاویہ کو یہ خط لکھا۔

"تیرا خط ملا۔ ابوذر کی بابت جو کچھ لکھا ہے معلوم ہوا۔ جس وقت تیرے پاس یہ حکم پہنچے اسی وقت ابوذرؓ کو ایک بدرفتار اونٹ پر سوار کرا کے اور کسی درشت مزاج رہبر کو اس کے ساتھ روانہ کر دو جو رات دن اونٹ کو بھگاتا لائے کہ ابوذرؓ پر ایسی نیند غلبہ کرے جس سے وہ میرا اور تیرا دونوں کا ذکر کرنا بھول جائے اُسے مدینہ بھیج دے۔
(الغفاری صفحہ ۲۵۸)

حضرت عثمان کا خط ملتے ہی معاویہ نے حضرت ابوذرؓ کو بلایا اور ان کو گھر تک بھی جانے کی اجازت نہ دی اور تن تنہا پانچ حبشی بدخو اور درشت مزاج غلاموں کے ہمراہ ایک بدرفتار اونٹ کی ننگی پشت پر سوار کر کے روانہ کر دیا جناب ابوذرؓ اس وقت ضعیف العمر تھے اور کافی کمزور تھے یہ تکلیف ان کے لئے اذیت ناک ثابت ہوئی اس سفر کے دوران آپ کی رانوں کا گوشت چھل چھل کر جدا ہو گیا اس سفر کی صعوبتیں بھی حضرت ابوذرؓ کو حق گوئی سے باز نہ رکھ سکیں۔ چنانچہ آپ راستہ میں جہاں بھی موقعہ ہاتھ لگتا حکومت کی غلط پالیسیوں پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے۔ بیرون شہر دیر مران کے مقام پر لوگوں کا اجتماع ہوا جو آپ کو الوداع کہنے آئے یہاں بعد از نماز باجماعت آپ نے ایک معرکۃ الآرا خطبہ ارشاد فرمایا۔

خطبہ دیر مران | "ایہا الناس"، اِتم کو ایسی چیز کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارے لئے نافع ہو بعد اس کے فرمایا کہ خداوند عالم کا شکر ادا کرو سبھوں نے کہا الحمد للہ پھر آپ نے خدا کی وحدانیت اور حضرت رسولؐ کی رسالت کی گواہی دی اور سبھوں نے ان کی موافقت کی پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت میں زندہ ہونا اور بہشت و دوزخ ہے۔ اور جو کچھ حضرت رسولؐ خدا حق تعالےٰ کی طرف سے لائے اقرار کرتا ہوں۔ اور اپنے اس اعتقاد پر تم سب کو گواہ قرار دیتا ہوں سبھوں نے کہا تم نے جو کچھ کہا اس کے ہم لوگ گواہ ہیں۔ اس کے بعد فرمایا تم میں سے بھی جو کوئی اسی اعتقاد پر دنیا سے اُٹھے گا اس کو خدا کی رحمت اور کرامت کی بشارت دی

جائے گی بشرطیکہ گناہگاروں کا معین اور ظالموں کے اعمال کا موید اور ستمگاروں کا یار و مددگار نہ ہوگا۔ اے گروہِ مردم! اپنے نماز روزہ کے ساتھ محض خدا کے لئے غضب و غصہ کرنے کو بھی شامل کرو جبکہ دیکھو کہ زمین پر لوگ خدا کی معصیت کرتے ہیں اور ان چیزوں کے سبب اپنے پیشواؤں کو راضی نہ رکھو جو کہ غضب خدا کا باعث ہوتے ہیں اور اگر وہ لوگ دین خدا میں ایسی چیزیں ظاہر کریں جن کی حقیقت تم لوگ نہ جانتے ہو تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اور ان کے عیبوں کو بیان کرو۔ اگرچہ وہ (ظالم) لوگ تم پر عذاب کریں اور اپنی بارگاہ سے نکال دیں اور اپنی عطا سے محروم رکھیں اور تم کو شہروں سے خارج کر دیں تاکہ حق تعالیٰ تم سے راضی اور خوشنود ہو۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ سب سے زیادہ جلیل و بلند مرتبہ ہے اور یہ امر سزاوار نہیں کہ مخلوقات کی رضامندی کے لئے کوئی شخص اس کو غضب میں لائے خدا مجھے اور تمہیں بخش دے۔ اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم پر خدا کا سلام اور اس کی رحمت ہو۔"

(حیات القلوب)

اس خطبہ کا حاضرین پر یہ اثر ہوا کہ لوگوں نے جوش و خروش میں کہا کہ اے ابوذرؓ! اے مصاحب رسولِ خدا۔ حق تعالیٰ آپ کو بھی سلامت رکھے اور آپ پر بھی رحمت نازل کرے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ہم آپ کو پھر اپنے شہر لے چلیں اور آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کی حمایت کریں۔ جناب ابوذرؓ نے ان کو تلقین صبر

فرمائی اور ارشاد کیا کہ اللہ تم پر رحمت کرے اب واپس جاؤ میں تم سے زیادہ بلاؤں میں صبر کرنے والا ہوں تم لوگ ہرگز فکرمند نہ ہونا اور اپنے درمیان اختلاف نہ کرنا۔

المختصر حضرت ابوذرؓ سفر کی اذیت سے مجروح، تھکن سے چور باحالِ پریشان مدینہ پہنچے اور دربارِ حکومت میں حاکمِ وقت حضرت عثمان بن عفان کے روبرو پیش کر دیئے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے صحابیت کے تمام اعزازات و مراعات کو یک قلم نظرانداز کرتے ہوئے حضرت ابوذرؓ پر نگاہِ غضب اٹھاتے ہوئے آپؓ کو سخت برا بھلا کہا یہ منظر طبقات ابن سعد سے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عثمانؓ:- تو ہی وہ ہے جس نے ایسی حرکات کی ہیں۔

جناب ابوذرؓ:- میں نے تو کچھ نہیں کیا مگر یہ کہ تمہیں نصیحت کی تم نے اس نصیحت کا برا مانا اور مجھے اپنے سے دور کر دیا۔ پھر میں نے معاویہ کو نصیحت کی اس نے بھی برا مانا اور مجھے نکال دیا۔

عثمانؓ:- تو جھوٹا ہے تیرے دل میں فتنہ کودا رہا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ اہلِ شام میرے خلاف برانگیختہ ہو جائیں۔

ابوذرؓ۔ اے عثمان! اگر تو سنت کا اتباع کرے تو تجھے کوئی بھی کچھ نہ کہہ سکے گا۔

عثمانؓ۔ تجھے اس سے کیا واسطہ میں اتباع کروں یا نہ کروں

(اس کے بعد نازیبا جملہ ہے)

ابوذرؓ۔ (حضرت ابوذرؓ غضبناک ہو کر بد دعا دیتے ہیں)
خدا کی قسم تو مجھ پر اس کے سوا اور کوئی الزام عائد نہیں کر سکتا کہ

بھلائیوں کا حکم کرتا ہوں اور برائیوں سے روکنے کا پرچار کرتا ہوں۔

عثمان۔ (یہ سن کر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں) اے اہل دربار مجھے مشورہ دو کہ میں اس بڈھے جھوٹے کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ اس کو کوڑے لگاؤں یا قید کر دوں یا اس کا کام تمام کر دوں یا پھر وطن بدر کر دوں۔ (اس پر جماعت مسلمین میں اختلاف و اشتعال رونما ہوا۔ یہ سنکر حضرت علیؑ جو اس وقت موجود تھے بولے)

حضرت علیؑ۔ اے عثمان! میں تمھیں مومن آل فرعون کی طرح یہ رائے دیتا ہوں کہ تم ابوذرؓ کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اگر یہ (معاذاللہ) جھوٹا ہے تو جھوٹ کا نتیجہ خود پائے گا اور اگر یہ سچا ہے تو اس کا بار تمھاری گردن پر ہوگا۔ خدا اس کی ہدایت نہیں کرتا جو اسراف کرے اور جھوٹا ہو۔

(صاحب طبقات لکھتے ہیں یہ سُنکر خلیفہ عثمان اور حضرت علیؑ میں گرما گرمی ہوئی اور بحث میں تلخی و شدت پیدا ہوئی جس کا ذکر میں نہیں کرنا چاہتا۔)

اللہ فقیر عثمان غنی

بہرحال حضرت علی علیہ السلام کی کوششوں سے حضرت ابوذرؓ دربار عثمانی سے باہر آئے اقتدار کے نشہ میں حاکم کی مدہوشی کا یہ عالم تھا کہ اس کو رسولؐ صادق کا یہ قول مبنی بر صدق بھی یاد نہ رہا تھا کہ حضورؐ نے جناب ابوذرؓ کے لئے ضمانت دی تھی کہ "نیلے آسمان کے نیچے اور روئے زمین کے اوپر ابوذرؓ سے زیادہ سچا کوئی نہیں پیدا ہوگا۔ مگر ابوذرؓ نے کبھی مقام غدیر پر مے ولایت کے خم کے خم نوش کر رکھے تھے جس کی مستی کم ہی نہ ہوتی ہے

جوں جوں تشدد کیا جاتا تھا آپ کا نشہ بڑھتا جاتا تھا اور اُن کو مصائب جھیلنے میں سرور محسوس ہوتا تھا چنانچہ ایوان حکومت سے باہر آتے ہی گلی گلی علیؑ علیؑ شروع ہوا۔ مدینہ میں ابھی سرمایہ دارانہ ذہنیت ابتدائی مراحل میں پروان چڑھ رہی تھی لہٰذا محبت اہل بیتؑ کی عنوان پر تبلیغی سرگرمیاں زور شور سے شروع کر دیں اگر کوئی سیٹھ سامنے آگیا تو اس کو بھی ہاتھ آیا شکار سمجھ کر اسلامی اقتصادی نظام کی تشریحات تلقین کئے بغیر نہ چھوڑا۔ کوچہ و بازار میں آپ اکثر مشغول تبلیغ رہتے۔ ایک روز حضرت عثمان نے مسجد میں بُلوا لیا اور پوچھ لیا کہ مجھے تمھاری شکایت ملی ہے کہ تم کہتے ہو کہ عثمان کہتا ہے کہ "خدا فقیر ہے اور میں (عثمان) غنی ہوں" حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا کہ میں نے یہ کسی سے نہیں کہا لوگوں نے میری چغلی کھائی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تم اب بڈھے ہو گئے ہو اور تمھارا دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا میرا دماغ کام کرے یا نہ کرے مگر یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ

"جب ابوالعاص کی اولادیں تیس تک پہنچ جائیں گی تو وہ خدا کے مال کو اپنی دولت و اقبال کا ذریعہ ٹھہرائیں گے۔ خدا کے بندوں کو اپنے خدمتگار اور نوکر قرار دیں گے خدا کے دین میں خیانت کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ان سے آزادی بخشے گا۔"

حضرت ابوذرؓ کا یہ کہنا بادشاہ وقت کو ناگوار گزرا۔ انھوں نے لوگوں سے پوچھا مگر حاضرین نے لاعلمی کا اظہار کر دیا چنانچہ حضرت علیؑ کو بلوایا گیا چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ میں ابوذرؓ کی تکذیب نہیں کر سکتا

کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ابوذرؓ سے زیادہ سچا اس زمین پر کوئی نہیں ہے یہ سنکر لوگوں نے کہا ابوذرؓ سچ کہتے ہیں۔ اس واقعہ کے چند روز بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو مدینہ سے نکال لینے پر غور کرنا شروع کر دیا۔

دولت کی غلط تقسیم اور طبقاتی طبع آزمائی کے جو مناظر دورِ عثمانیہ میں نظر آتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہے تاریخ کے اوراق حضرت عثمانؓ کی کنبہ پروریوں اور ناجائز کرم گستریوں سے بھرپور ہیں لیکن وہ حقائق ہمیں اس کتاب میں بیان نہیں کرنا ہے ہمیں صرف اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قومی خزانہ کا منہ اس طرح کھول دیا تھا کہ مسلمانوں میں ایک خاص طبقہ اُمراء کا پیدا ہو گیا تھا اور ان میں حرص مال اس نہج تک آپہنچی تھی کہ حلال و حرام میں امتیاز ختم ہوتی نظر آرہی تھی۔ رسول کریمؐ کے نقش قدم پر چلنے والے حضرات کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اکثریت کو نانِ شبینہ کے لئے محتاج پائیں اور خواص کو مال و جواہر میں کھیلتا دیکھیں۔ لہٰذا اس جماعت مردانِ حق نے صدائے احتجاج بلند کی اور جناب ابوذرؓ اس سلسلہ میں پیش پیش رہے۔ ابوذرؓ جب مولائے کائنات حضرت علیؑ کو دیکھتے تو ان کے پاس صرف جو کی سوکھی روٹی نظر آتی لیکن جب مصاحبانِ حکومت کی بود و باش اور ذخیرہ اندوزی ملاحظہ کرتے تو یہ صورت حال برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپؓ جمع دولت اور سرمایہ داری کے مخالف تھے۔ غرباء فقراء لغرازی، محتاج یتیم و مسکین و مجبور و نادار کی ہمدردی و اعانت کے کٹر حامی تھے۔ ان ہی خیالات کے باعث عہدِ حاضر کے بعض افراد نے انھیں کمیونسٹ اور اشتراکی کہنا شروع کر دیا حالانکہ حضرت ابوذرؓ کے پاکیزہ اسلامی اقتصادی نظریہ کو اشتراکیت سے کوئی

واسطہ نہیں ہے۔ اور یہ مفصل بحث ہم نے اپنی کتاب "صرف ایک راستہ" کے باب معاشیات و اقتصادیات میں ہدیۂ قارئین کر دی ہے۔

حضرت ابوذرؓ کا موقف محض یہ تھا کہ اسلامی حکومت کے دائرہ حدود میں ایسا ہرگز نہ ہو کہ اُمراء حد سے بڑھ جائیں اور غرباء حد سے گر جائیں۔ آپؓ کا منشا صرف یہ تھا کہ اسلام اس انداز میں سطح عالم پر ابھرے کہ اُمراء اور غرباء دونوں میں توازن و عدل قائم رہے۔ معاشرہ پر ایک متوازن طبقہ چھایا رہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوذرؓ دولت کو چند ہاتھوں سے بے کر زیادہ ہاتھوں میں گردش کناں دیکھنے کے متمنی تھے آپ کو احساس تھا کہ فراوانی دولت اور شدت غربت دونوں گناہوں کی محرک ہوتی ہیں۔ ایک طرف دولت اسلامیہ منظور نظر لوگوں، عزیزوں اور اقرباء کو بے دریغ لٹائی جا رہی تھی تو دوسری طرف بیت المال کا دروازہ غریبوں، یتیموں اور مستحقوں کے لئے بالکل بند کر دیا گیا تھا۔ خلیفہ کے رشتہ دار جاگیریں اور محلات بنانے میں مصروف تھے مگر غریب بھوکوں مر رہے تھے اس معاشی بحران ہی کے دوران حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا دیئے یہ حلتی پر تیل ثابت ہوا۔ لہٰذا یہ بے حرمتی بھی لوگوں کو ناگوار ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ کو ایک اور موضوع احتجاج حاصل ہوا چونکہ انھیں رسول اللہؐ نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ "اے ابوذرؓ تجھے کوئی قتل نہ کر سکے گا"، لہٰذا انھیں ہلاکت کا خوف نہ ہوتا تھا چنانچہ وہ نڈر ہو کر حکومت پر نکتہ چینی کرتے تھے ادھر تبلیغ ابوذرؓ میں شدت ہوئی تو اُدھر حکومت نے ان کا منہ بند کرنے کے طریقے دریافت کرنے شروع کر دیئے پہلے مروان کی رائے کے مطابق آپؓ کو مال و زر کے ذریعہ خاموش کرنا چاہا لیکن جب رقم پیش ہوئی تو آپؓ نے ٹھکراتے ہوئے فرمایا۔

"جاؤ واپس لے جاؤ مجھے اس کی ایسی حالت میں قطعی ضرورت نہیں ہے جبکہ غریب مسلمانوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے میرے لئے تھوڑی سی گندم کافی ہے میرا گزر اوقات ہو رہا ہے۔ خلیفہ سے جا کر کہہ دینا کہ میں علیؑ اور اہلبیتؑ کی ولایت میں بالکل غنی ہوں۔ میرا دل غنی ہے۔ میری روح غنی ہے۔ میری جان غنی ہے۔ تمہاری دولت کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔" (حیات القلوب)

جب یہ تراکیب کارآمد نہ ہوئی تو سرکاری فرمان جاری ہوا کہ ابوذرؓ سے ترک موالات کی جائے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات اس شاہی حکم سے لوگوں نے آپؓ کے پاس آنا جانا ترک کر دیا۔ مگر ابوذرؓ چلتے پھرتے اپنا وعظ جاری رکھتے رہے۔ کچھ درباری چمچوں نے خلیفہ کے کان بھرے لہٰذا حضرت عثمان نے ان کو جلا وطن کر کے ربذہ بھیج دیا مروان کو حکم دیا کہ اُسے ننگی پشت کے اونٹ پر سوار کر کے ربذہ پہنچا دے اور اعلان کیا کہ اس کی مشایعت کے لئے کوئی شخص نہ جاوے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ضرب شدید سے اذیت بھی پہنچائی۔ بہر حال سزائے موت کے ہم پلہ کالے پانی کی سزا اس صدیق امت صحابی کو خلیفہ مسلمین نے محض حق گوئی کے یاداش میں دی۔

حضرت عثمان کے حکم اخراج ابوذرؓ پر اگرچہ اصحاب میں سخت اضطراب تھا مگر جلتی آگ میں کودنا کسی کسی کا حوصلہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ جب مدینہ سے نکالے گئے تو حکم عثمان کے خلاف حضرات علیؑ، حسنؑ، حسینؑ عمارؓ، ابن عباسؓ، ابن جعفرؓ اور مقدادؓ اپنے گھروں سے باہر آئے۔ اور جب حضرت ابوذرؓ کو ننگے اونٹ پر مروان بٹھانے لگا تو حضرت امیرالمومنینؑ نے مروان کو ٹوکا۔ جس پر وہ حضرت عثمان کے پاس شکایت لے کر گیا۔

کئی مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ خود جناب ابوذرؓ کو ربذہ کے جنگل تک چھوڑنے تشریف لے گئے۔ حضرت ابوذرؓ کو کسمپرسی کی حالت میں ربذہ کے جنگل میں قید تنہائی کی سزا بھگتنی پڑی۔ اس حال میں کہ وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ اور دور دور تک انسان نظر نہ آتے تھے۔ سوائے کسی مسافر کے اس مقام پر کوئی ایسی جگہ نہ تھی۔ جہاں آپ پناہ لے لیتے۔ بس ایک درخت تھا جس کے نیچے آپ رہتے تھے۔ جب معاویہ کو یہ جلا وطنی کی خبر ملی تو اس نے حضرت ابوذرؓ کی بیوی وغیرہ کو ربذہ بھیج دیا۔ اسی عالم بے لبسی میں آپ کے فرزند ذر کا انتقال ہوا۔ اور تھوڑے سے عرصہ بعد رفیقہ حیات بھی چل بسیں پھر آپ خود علیل ہوئے۔ ایک دختر کے علاوہ کوئی پرسان حال نہ تھا۔ جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو فضائل آل محمدؐ کے علاوہ اور کوئی وصیت نہ کی۔ اپنی بیٹی کو حضورؐ اکرم کی اس خبر سے آگاہ کیا جو آپؐ نے اپنی حیات میں دربارۂ دفن ارشاد فرمائی تھی چنانچہ بمطابق پیشگوئی رسولؐ حضرت مالک اشترؓ یہ سعادت حاصل کی۔ اور جناب ابوذرؓ کو چار ہزار درہم کا کفن پہنایا۔ بعض روایات میں ہے کہ لشکر کے ہر آدمی نے تھوڑا تھوڑا کفن کے لئے کپڑا دیا۔ مرقوم ہے نماز جنازہ عبداللہ بن مسعودؓ نے پڑھی۔!

تو زہد جہاں کا قبلہ ہے اے قلب ابوذر غفاریؓ
واللہ کہ تیرا فقر رہا دنیائے حکومت پہ بھاری
تو ہے وہ خطیب عرفانی دل ہل گئے جس کے خطبوں سے
صحرائے عرب کی ریتی میں گل کھل گئے جس کے خطبوں سے

(احسان امروہوی)

سوم یارِ نبیؐ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ

ہمارے ہاں بسند معتبر یہ روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوشا حال اس کا جو مجھے دیکھے اور مجھ پر ایمان لائے یہی ارشاد سات مرتبہ فرمایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضور اکرم کے بارہ ہزار اصحاب ایسے تھے۔ مدینہ کے آٹھ ہزار، مکہ کے دو ہزار اور دو ہزار آزاد کنندہ لوگ کہ ان میں کوئی قدری المذہب نہ تھا جو خداوند کے جبر کا قائل ہو۔ اور نہ ہی ان میں کوئی مرجی تھا جو یہ کہتا ہو کہ ہر شخص کا ایمان ایک ہی قسم (درجہ) کا ہے اور نہ کوئی حروری تھا جو امیر المومنین علیہ السلام کو ناسزا کہتا ہو اور نہ کوئی معتزلی تھا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا کو بندوں کے اعمال میں کوئی عمل دخل نہیں اور یہ حضرات اللہ کے دین کے بارے میں اپنی طرف سے (قیاس سے) کوئی بات نہ کہتے تھے۔ یہ اصحاب دن رات گریہ زاری کرتے تھے اور بارگاہ ربانی میں دعا کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ ہماری روحوں کو قبض کر لے اس سے پہلے کہ ہمارے کان شہادت سبط رسولؐ امام حسین علیہ السلام کی خبر سنیں۔

سید الاولیاء، امام المتقین قائد ثقل دوم امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ لوگو میں تم کو تمہارے رسولؐ کے اصحابؓ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کو گالی نہ دو۔ برا نہ کہو۔ اور یاد رکھو تمہارے پیغمبرؐ کے اصحاب وہ اشخاص

ہیں جنھوں نے وفات رسولؐ کے بعد نہ ہی کوئی بدعت کی اور نہ ہی کسی بدعت کرنے والے کی اعانت فرمائی یا اس کو پناہ دی بے شک میرے رسولؐ نے مجھے اپنے ایسے اصحاب کے بارے میں سفارش (محبت) فرمائی ہے۔

اس وقت میری حیرت کی انتہا ہو جاتی ہے جب ہمارے مخالفین ہمیں یہ گالی دیتے ہیں کہ ہم صحابہ کی تعظیم نہیں کرتے ہیں جب ہماری کتابوں میں اصحاب رسولؐ کے ابواب فضائل و مناقب کو اگر یکجا کیا جائے یہ ایک دفتر بن جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک اصحاب رسولؐ کا مرتبہ ایسا ہے کہ اللہ نے اُن ہی پاکباز دل اور راست روش ہستیوں کی خیرات اس زمین کو قائم کیا۔ اور ان ہی کے خدمات جلیلہ کے طفیل اہل زمین کو روزی ملتی ہے۔ اُن کے ہی کسب ہائے اور کردار ہائے پُر جمال کی بدولت باران رحمت برستی ہے۔ اُن متقی و مومن اصحاب رسولؐ کے کار ہائے فضیلہ کے انعام و صدقہ میں ہم خاطی لوگوں کی مدد ہوتی ہے۔ اور یہ بات محض لفاظی نہیں بلکہ ارشاد مولائے کائنات سے مصدقہ ہے۔ جناب امیر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ

ات وسیلے

"زمین سات اشخاص کے واسطے پیدا کی گئی ہے۔ ان کے سبب سے اہل زمین روزی پاتے ہیں اور ان ہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے ان ہی کی برکت سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے۔ اور وہ ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ، حذیفہؓ اور عبداللہؓ ابن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں اس کے بعد حضرت امیرؑ نے فرمایا میں (علیؑ) ان کا امام اور پیشوا ہوں۔ اور یہی وہ لوگ

ہیں۔ جیسے وہ ملائکہ میں ہیں (جو مرتبہ و درجہ فرشتوں میں ان کو حاصل ہے)
سلمانؓ اور مقدادؓ اس کے دشمن ہیں جو ان میں کسی کا دشمن ہے
(جبرئیل و میکائیل کا) اور اس کے دوست ہیں جو ان سے دوستی رکھتا
ہو اور محمدؐ و علیؑ کو دوست رکھتا ہو۔ اور (یہ دونوں) اس کے
بھی دشمن ہیں جو محمدؐ و علیؑ کو دشمن رکھتا ہو۔ اگر اہل زمین سلمانؓ
اور مقدادؓ کو دوست رکھیں محض اس لئے کہ وہ محمدؐ و علیؑ کو دوست
رکھتے ہیں اور ان کے دوستوں کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن
رکھتے ہیں جس طرح کہ ان کو آسمانوں کے حجابات اور عرش و کرسی
کے فرشتے رکھتے ہیں تو یقیناً خدا اُن میں سے کسی پر کسی طرح کا عذاب
نہ کرتا۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ ۔ سورۂ بقرہ ۹۷،۹۸ بحوالہ حیات القلوب)

ارشادِ پیغمبرؐ کے مطابق مثیل میکائیل صحابی رسولؐ حضرت مقداد
رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لئے یہ اعزاز بھی ایک خصوصی تمغہ خدمت
ہے کہ آپ کو سرکارِ دو عالمؐ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت
نصیب ہوئی چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
جب حضرت علی علیہ السلام رسالت مآبؐ کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے
تو مجھے (سلمانؓ کو) ابوذرؓ، مقدادؓ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا
اور (علیؑ) آگے کھڑے ہوئے اور ہم نے حضرت امیرؑ کے پیچھے صف
باندھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نماز پڑھی (اسی روایت
میں ہے کہ حضرت عائشہ اسی حجرے میں موجود تھیں مگر جبرئیل نے اُن کی
آنکھوں کو (دستِ غیب سے) بند رکھا تھا وہ ہم کو نہ دیکھ سکیں

جنت کا اشتیاق

کتبِ فریقین میں معمولی فرق کے ساتھ یہ حدیث
متواتر ہے اور شہرت کی حامل ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جنّت چار اشخاص

ہیں جو فاطمہؑ زہرا کی میّت پر نماز کے لئے حاضر تھے۔(حیات القلوب)

ہم شیعیانِ اہل بیتؑ کو اس بات پر فخر و ناز ہے کہ ہم نے کرسیِ
اقتدار کو کبھی جھک کر سلام نہیں کیا ہے بلکہ ہم نے ہمیشہ ان مردان
مومنین کی راہوں میں اپنی آنکھیں بچھائیں ہیں جو دنیا کی نظروں میں
فقیر و حقیر دکھائی دیتے تھے لیکن ہماری نگاہوں نے پہچان لیا کہ یہ وہ
ہستیاں ہیں کہ جن کی نگاہ ایمان کو تقدیر تبدیل کر دینے کی قدرت
حاصل ہے۔ اغیار نے تاج و تخت اور حکومت کو سب کچھ سمجھ لیا
اور لاٹھی کی بھینس بن گئے مگر ہم نے ان سے لو لگائی جن کو ظاہراً
اور باطناً ہر طرح سے درجہ بدرجہ اقتدار و اختیار منجانب خدا و
رسولؐ حاصل تھا۔ ایسے ہی عظیم المرتبت حضرات میں حضرت مقداد بن اسود
رضی اللہ عنہ کو امتیازی مقام و افتخاری درجہ حاصل ہے۔

مثیل میکائیل

اللہ اللہ! سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
اپنے اس یارِ جانثار کا تعارف اس انداز میں کراتے ہیں۔
ارشاد فرماتے ہیں کہ

"جبرئیلؑ خداوند جلیل کی جانب سے مجھے (رسول اللہ کو) خبر دے
رہے ہیں کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سلمانؓ اور مقدادؓ آپس
میں بھائی بھائی ہیں جو تمہاری محبت اور تمہارے بھائی، وصی اور
تمہارے برگزیدہ علیؑ کی مودّت میں خالص ہیں۔ اور یہ دونوں
حضرات تمہارے حلقہ اصحاب میں جبرئیلؑ و میکائیلؑ کے مانند

۱؎ علامہ مجلسی مؤلف حیات القلوب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
کا معاملہ مشتبہ ہے۔ تاہم ابن مسعودؓ کا راجح ہونا تسلیم شدہ امر ہے۔

کی مشتاق ہے۔ ہر فریق نے ان چار حضرات میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو شامل کیا ہے چنانچہ سیّد ابن طاؤس نے بطرقِ مخالفین ایک روایت بیان کی ہے کہ۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک روز رسولِ خدا نے فرمایا کہ بہشت میری اُمّت میں سے چار شخصوں کی مشتاق ہے۔ آنحضرتؐ کا رُعب مانع ہوا کہ میں (انس) حضرتؐ سے دریافت کروں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ آپ (ابوبکر) حضرت سے دریافت کیجئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں ان چاروں اشخاص میں اگر نہ ہوا تو بنی تمیم مجھ کو سرزنش کریں گے۔ یہ سُنکر میں حضرت عمر کے پاس گیا ان سے کہا کہ میں ان چار اشخاص میں اگر نہ ہوا تو بنی عدی مجھکو طعنہ دیں گے پھر میں (انس) حضرت عثمان کے پاس گیا اور ان (عثمان) سے خواہش کی کہ وہ دریافت کریں۔ انھوں نے بھی کہا کہ اگر میں اُن میں سے نہ ہوا تو بنی اُمیّہ مجھ کو ملامت کریں گے آخر میں حضرت علیؑ کی خدمت میں گیا۔ حضرتؑ باغ میں پانی دے رہے تھے میں نے کہا کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ بہشت چار اشخاص کی مشتاق ہے میں (انس) آپ سے التماس کرتا ہوں کہ حضرتؐ سے دریافت فرمائیے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اُن سے پوچھوں گا۔ میں (علیؑ) اگر اُن چار شخصوں میں ہوا تو خدا کا شکر کروں گا اور اگر ان میں میرا شمار نہ ہوا تو خدا سے سوال کروں گا کہ مجھے اُن میں سے قرار دے۔ اور میں اُن (چاروں) کو دوست رکھوں گا غرض حضرت (علیؑ) روانہ ہوئے اور میں (انس) بھی اُن (علیؑ) کے ساتھ چلا۔ جب ہم آنحضرت کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ حضورؐ

کا سرِ اقدس دحیہ کلبیؓ کی گود میں ہے جب دحیہؓ کلبی نے امیر المومنینؑ کو دیکھا، تعظیم کے لئے اُٹھے اور ان کو سلام کیا اور کہا لو اپنے پسر عم کے سر کو اے امیر المومنینؑ کہ تم مجھ سے زیادہ سزاوار ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور اپنا سر علیؑ کی گود میں دیکھا تو فرمایا اے علیؑ شاید تم کسی حاجت کے لئے آئے ہو۔ انھوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ جب میں یہاں آیا تو دیکھا کہ آپ کا سر مبارک دحیہ کلبیؓ کی گود میں تھا۔ تو وہ اُٹھے اور مجھے سلام کر کے بولے کہ اپنے پسر عم کے سر کو گود میں لو حضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے پہچانا کہ وہ کون تھے۔ ؟ عرض کی دحیہ کلبیؓ تھے حضرت نے فرمایا کہ وہ جبرئیلؑ تھے جنھوں نے تم کو امیر المومنینؑ کہا جناب امیرؑ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ انس (ابن مالک) نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ بہشت میری اُمّت میں سے چار شخصوں کی مشتاق ہے لہٰذا فرمائیے کہ وہ کون کون ہیں۔

حضرت نے جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا کہ تم (علی) ان میں سے پہلے ہو۔ پھر جناب امیرؑ نے عرض کی میرے باپ ماں آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ اور وہ تین اشخاص کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا وہ مقدادؓ سلمانؓ اور ابوذرؓ ہیں

محفوظ عن الشک

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ حضرات مقداد، سلمان اور ابوذر رضی اللہ عنہم تینوں ایسے اصحاب تھے جن کے دلوں میں مطلق شک داخل نہ ہوا۔ محرر حقیر کہتا ہے کہ سراپا یقین تھے۔

حورِ مقدودہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضورؐ کی وفات کے بعد گھر سے نکلا تو راستہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جناب امیرؑ نے فرمایا کہ جاؤ جناب فاطمہؑ کے پاس ان کو بہشت سے کچھ تحفہ آیا ہے اور وہ تم کو بھی اس میں سے کچھ عطا کرنے کی خواہش رکھتی ہیں۔ یہ سُنکر میں اُن مخدومہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہزادی نے فرمایا کل میں اسی مقام پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ بند تھا میں غمگین و محزون تھی اور سوچ رہی تھی کہ ہم وحی الٰہی سے محروم ہو گئے۔ اور ہمارے گھر میں فرشتوں کی آمد و رفت بند ہو گئی اچانک دروازہ کھلا اور تین لڑکیاں اندر داخل ہوئیں کہ اُن سے زیادہ حسین و جمیل اور نازک و رعنائی میں بہتر اور خوشبودار کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ ان کو دیکھا تو میں اُٹھ کھڑی ہوئی اور پوچھا تم اہل مکہ سے ہو یا مدینہ کی رہنے والی ہو۔ وہ بولیں۔ اے بنت رسولؐ ہم اہل زمین سے نہیں ہیں۔ ہم کو پروردگار عالم نے بہشت جاوید سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ ہم آپؑ کی زیارت کے لئے بے حد مشتاق تھیں۔ اُن میں سے بڑی جو مجھے معلوم ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا "مقدودہ" میں نے پوچھا کس سبب سے یہ نام رکھا گیا؟ اس نے کہا اس لئے کہ مقدادؓ بن اسود کے لئے خلق کی گئی ہوں" (حیات القلوب)

مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم مسلمانوں کے قلم کی نبیں (NIBS) اُسی لوہے سے تیار ہوتی رہیں جس سے بے گناہ خون سے آلودہ تلواریں بنتی تھیں اس لئے ان لوگوں کے حالات و مناقب کو

ہمیشہ قلم انداز کیا گیا جن کو ارباب حکومت اپنے مخالفین تصور کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسولؐ میں اعزاز یافتہ اور محفل نبیؐ کے معتمد مصاحب کی اقدار رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی پامال ہونا شروع ہو گئیں اور زمانہ کی ریت یا رسمِ دنیا کے مطابق لوگوں نے اربابِ سلطنت کے ترانے بڑی دھوم دھام سے گائے اور اصحابؓ اخیار سے غیرہ چشمی برتی۔ باوجود ان اندوہناک حالات اور پُر آشوب اوقات کے یہ قدرت کا احسان ہے کہ پھر بھی کوئلوں کی کانوں سے وافر مقدار میں جواہر دستیاب ہو جاتے ہیں جن کی آب و تاب ایک طرف ہدایت کی روشنی میں اضافہ کرتی ہے تو دوسری طرف گمراہی کی آنکھیں چندھیا دیتی ہے۔ حضرت مقدادؓ کا امتیازی مقام اور ان کی منفرد شخصیت کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ اسلام کی پہلی جنگ غزوہ بدر میں اُن کو شرکت کا اعزاز حاصل تھا اور طبقات ابن سعد کے مطابق آپ وہ واحد مجاہد تھے جو لشکرِ اسلام میں گھوڑا سوار تھے۔ چنانچہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ۔

"مقدادؓ بن عمرو سے مروی ہے کہ یوم بدر میرے پاس ایک گھوڑا تھا جس کا نام "سبحہ" تھا علیؓ سے مروی ہے کہ یوم بدر میں سوائے مقدادؓ بن عمرو کے ہم میں سے کوئی سوار نہ تھا۔

(طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۳۱۵)

صاحب طبقات تحریر کرتے ہیں کہ "قاسم بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے جس شخص کو اس کے

گھوڑے نے دوڑایا وہ مقداد بن الاسود ہیں۔"

(طبقات ابن سعد حصہ سوم ص۳۱۵)

لیکن افسوس ہے کہ اوّل معرکۂ حق و باطل میں اوّل گھوڑا دوڑانے والے اس مجاہد کے کارہائے نمایاں کی کتاب "ذہبیہ" کو بعد کے جارح لشکروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھول سے اس قدر ڈھانپ دیا گیا ہے کہ آج حق و باطل کی شناخت میں مٹی کی تہیں ایک سدّ راہ دیوار بن کر نمودار ہو چکی ہیں اور محققین کے لئے اس کو عبور کرنا جان جوکھوں کی مہم بن گیا ہے تاہم ہمت مرداں مدد خدا۔ اگر نیک نیتی سے کوشش کی جائے تو بفضل خدا یہ ریت کی دیواریں صرف ایک نعرۂ حیدری کی پھونک سے اڑ جاتی ہیں اور تمام حقائق شفاف آئینہ کی مانند سامنے آجاتے ہیں۔

مختصر حالات حضرت مقدادؓ کے فضائل بیان کرنے کے لئے عمر خضرؑ بھی کافی نہ ہوگی علماء کی رائے یہ ہے کہ صحابہ میں اُن کے بلند مرتبہ کے برابر سلمانؓ اور ابو ذرؓ کے بعد کوئی نہیں ہے۔ محمدؒ بن سعد کی تحقیق کے مطابق اُن کی کنیت ابو سعید تھی اور شجرہ یہ تھا۔

ابن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود بن عمرو بن سعد ابن ذُہیر بن لوئی بن ثعلبہ بن مالک بن الشرید بن ابی اہول بن فائش ابن دُریم بن القین بن اہود بن بہراء بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ کنیت ابو سعید تھی۔ زمانہ جاہلیت میں اسود بن یغوث الزہری سے معاہدہ حلف کیا۔ انھوں نے ان کو متبنیٰ بنا لیا اور انھیں

مقداد بن الاسود کہا جاتا تھا جب قرآن نازل ہوا کہ "ادعوھم لآبائھم"، (لوگوں کو اُن کے باپ کے نام سے پکارو) تو مقداد بن عمرو کہا جانے لگا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وہ مرثد بن ثعلبہ بن مطرود بن عمرو کندی کے بیٹے تھے۔ بعض نے کہا ہے وہ قبیلہ قضاعہ سے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضر موت کے رہنے والے تھے۔ چونکہ ان کے والد قبیلہ کندہ سے ہم سوگند ہو گئے تھے اسی لئے اس قبیلہ سے منسوب ہو گئے تھے۔ علامہ ابن عبدالبر کے مطابق آپؓ اسود بن یغوث زہری کے غلام تھے اور چونکہ اسود نے ان کو فرزندی میں لیا اس وجہ سے مقدادؓ کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہٗ سابق الاسلام اصحاب میں سے تھے اور اُن کا اسلام قدیم تھا۔ وہ اسلام کے بہت جری اور نڈر مجاہد تھے۔ سفیان نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت مقدادؓ وہ خوش بخت اللہ کے سپاہی تھے کہ جسے اُن کے گھوڑے نے سب سے پہلے راہِ خدا میں دوڑایا۔ (طبقات ابن سعد)

عبداللہؓ سے مروی ہے کہ میں (راوی) مقدادؓ کے مشہد میں موجود تھا۔ البتہ مجھے ان کا ساتھی ہونا اس سے زیادہ پسند ہے کہ جس سے ہٹایا گیا وہ مشرکین بدر پر بد دعا کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ہم لوگ آپ سے وہ بات نہ کہیں گے جو قوم موسیٰؑ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی کہ آپ کا رب اور آپ جائیے اور آپ دونوں قتال کیجئے ہم لوگ یہیں بیٹھے ہیں۔ ہم لوگ آپ کے داہنے اور بائیں آگے اور پیچھے

جنگ کریں گے۔ میں (راوی) نے دیکھا کہ نبیؐ کا چہرہ اس بات سے روشن ہوگیا اور اس بات نے آپؐ کو مسرور کر دیا۔ یہ اظہار حضرت مقدادؓ کے جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کی کیفیت بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ آپؓ غزوات بدر، احد و خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ حاضر ہوئے اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ان خاص اصحاب میں سے تھے جو تیرانداز تھے آپ تیراندازی میں مشہور اور مہارت یافتہ تھے۔ رسولؐ کریم کی قربتِ خاص حاصل تھی یہاں تک کہ حضورؐ نے ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب سے آپ کا نکاح کر دیا تھا (طبقات ابن سعد)

ابن بابویہ نے بسند معتبر امام رضا علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل آنحضرتؐ پر نازل ہوئے۔ اور کہا یارسولؐ اللہ آپ کا پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ باکرہ لڑکیاں درخت پر پھلوں کی مانند ہیں۔ جب درختوں پر پھل تیار ہو جاتے ہیں تو ان کا علاج سوائے توڑ کر استعمال کرنے کے کوئی نہیں۔ اگر ان کو استعمال نہ کرو گے تو ہوا ان کو خراب کر دے گی۔ اور سورج بے کار کر دے گا اسیطرح کنواری لڑکیاں جب بالغ ہو جاتی ہیں تو ان کا علاج شوہر کے سوا کچھ نہیں اگر ایسا نہ ہو تو فتنہ و فساد سے ان کا محفوظ رہنا ممکن نہیں۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور ان کو آگاہ کیا اس سے جو کچھ خدا نے ان کو حکم دیا تھا تو لوگوں نے پوچھا یارسولؐ اللہ ہم اپنی لڑکیوں کو کس کے ساتھ

تزویج کریں۔ فرمایا ان کے کفو اور برابر والے لوگوں کے ساتھ پوچھا اُن کے کفو کون لوگ ہیں حضورؐ نے فرمایا مومنین آپس میں ایک دوسرے کے کفو اور ہمسر ہیں۔ یہ فرماکر منبر سے نیچے تشریف لائے اور ضباعہ کو مقدادؓ ابن اسود کے ساتھ تزویج فرمایا پھر فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کی بیٹی کو مقدادؓ سے اس لئے تزویج کر دیا کہ نکاح پست ہو یعنی لوگ کفو کے بارے میں حسب ونسب کا خیال نہ کریں بلکہ ہر مومن کو رشتہ دے دیے کریں۔

ابن سعد نے کریمہ بنت مقدادؓ سے اُن کا حُلیہ مُبارک یوں بیان کیا ہے کہ وہ گندم گوں، لانبے، فراخ شکم، سر میں بہت بال تھے۔ داڑھی کو زرد رنگتے جو خوبصورت تھی نہ بڑی نہ چھوٹی، بڑی بڑی آنکھیں، پیوستہ ابرو، ناک کا بانسہ بھرا ہوا اور نتھنے تنگ تھے۔

حضرت کلینی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن حضرت عثمان نے جناب مقدادؓ سے کہا کہ میری (عثمان کی) مذمت اور علیؑ کی مدح سے باز آجاؤ۔ ورنہ تم کو تمہارے پہلے آقا کے پاس واپس بھیج دوں گا جب حضرت مقدادؓ کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہٗ سے فرمایا کہ عثمان کو کہدو کہ میں اپنے پہلے آقا کی طرف واپس جا رہا ہوں یعنی عالمینؑ کے پروردگار جلّ شانہٗ کی جانب۔

وجہ عتاب حکومت حضرت مقدادؓ مورد عتاب حکومت کیوں رہے۔ اس کا جواب مندرجہ ذیل روایت سے حاصل ہو جاتا

ہے کہ شیخ طوسی فرماتے ہیں۔

"جب لوگوں نے عثمان بن عفان سے بیعت کی۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن الرحمٰن بن عوف (خلیفہ گر عثمان) سے کہا خدا کی قسم آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ پر حضرتؐ کے بعد جو کچھ ہوا اس کی نظیر کہیں نہیں مل پاتی۔ عبدالرحمٰن نے بے رخی سے کہا کہ تم کو ان کاموں سے کیا واسطہ؟ مقدادؓ نے جواب دیا کہ میں خدا کی قسم ان کو (اہلبیتؑ کو) دوست رکھتا ہوں اس لئے کہ آنحضرت اُن کو دوست رکھتے تھے اور خدا کی قسم مجھے ان کے حالات دیکھکر ایسا صدمہ ہوتا ہے جس کا اظہار ممکن نہیں۔ کیونکہ قریش کو ان کے سبب لوگوں پر شرافت و عزت حاصل ہوئی۔ پھر سب نے ملکر یہ سازش کی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بادشاہی اُن کے قبضے سے لے لیں عبدالرحمٰن نے بجھر کر کہا دائے ہو تم پر واللہ میں نے یہ کوشش تو تم ہی لوگوں کی خاطر کی ہے اور نہیں پسند کیا کہ خلافت علیؑ کے قبضے میں جائے۔

حضرت مقدادؓ نے فرمایا خدا کی قسم تو نے اس شخص کو چھوڑ دیا جو لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اور عدالت کے ساتھ ان میں حکم جاری فرماتا ہے۔ اللہ کی قسم اگر مجھے مددگار میسر ہوں تو میں یقیناً قریش سے اسی طرح جنگ کرتا جس طرح بدر و اُحد کے روز جنگ کی تھی۔ عبدالرحمٰن نے آگ بگولہ ہو کر کہا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اے مقدادؓ اس بات کو ترک کر کہ لوگ تم سے نہ سنیں ورنہ فتنہ و فساد برپا ہو گا۔ خدا کی قسم میں خوف زدہ ہوں کہ تیری بالتوں سے

لوگوں میں اختلاف اور فساد پیدا ہو جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس مجلس سے اُٹھے تو میں ان کے پاس گیا اور کہا اے مقدادؓ میں تمہارے مددگاروں میں سے ہوں۔ مقدادؓ نے جواب دیا کہ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ جس امر کا میں ارادہ رکھتا ہوں وہ دو یا تین شخصوں سے پورا نہ ہو گا اس کے بعد راوی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی اور اپنی گفتگو بیان کی۔ جسے سُنکر مولائے عالمین نے اُن کے لئے دُعائے خیر کی۔"

اس روایت سے وہ وجوہات از خود منکشف ہو جاتی ہیں جو حضرت مقدادؓ اور حکومت کے درمیان باعث کشمکش رہیں۔

الف قرآن حضرت صادق آل محمدؐ علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ "مقدادؓ بن اسود کا مرتبہ قرآن میں الف کے مرتبہ کے مانند ہے کہ دوسرا حرف اس سے نہیں ملتا۔ اسی طرح کمال میں کوئی دوسرا مقدادؓ کے کمال سے ملحق نہیں ہوتا۔

خصوصی امتیاز حلقۂ اصحاب النبیؐ میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ شیخ کشی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ صحابہ میں کوئی ایسا صاحب نہ تھا جس نے رسول اللہؐ کے بعد کوئی حرکت نامناسب نہ کی ہو سوائے مقدادؓ بن اسود کے کیونکہ ان کا دل حق کی طرفداری میں مثل آہنی ٹکڑول کے تھا۔

پیغمبرؐ آخرالزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ پیار باوقار

ستّر یا اسّی برس کی عمر میں اس فانی دُنیا سے رخصت ہو گیا۔ مدینہ سے تین میل دور الجرف میں وفات پائی اور لوگوں نے گردنوں پر لاد کر مدینہ منورہ پہنچایا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے وجہ وفات میں اختلاف ہے۔ ابی فائد کی روایت کے مطابق روغن الخیر پینے سے وفات پائی۔ بعض کا گمان ہے کہ حکومت نے خفیہ طور پر زہر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ جب وفات مقدادؓ کی خبر حضرت عثمان کو معلوم ہوئی تو انھوں نے اظہار افسوس کیا اور حضرت مقدادؓ کی تعریفیں کرنے لگے۔ اس پر زبیر بن عوام سے نہ رہا گیا اور یہ شعر کہا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"میں تم کو اس حالت میں پاؤں گا کہ مرنے پر میرے محاسن بیان کرو گے حالانکہ جیتے جی مجھے توشہ تک نہ دیا"

(طبقات ابن سعد حصہ سوم ص ۳۱۷)

بدل دے بدل دے خیال زبوں کو
مٹا دے مٹا دے ملال دروں کو
دکھا دے دکھا دے بہار سکوں کو
اُلٹ دے اُلٹ دے نظام جنوں کو
ہے مقدادؓ تو رہبر انقلابی!
ہر اک دور کا محور انقلابی!!

(احسان امروہوی)

چہارم یار نبی لقمانِ اُمت حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس کرۂ ارض خداوندی کی تاریخ میں ہزاروں نامور اشخاص کے نام و حالات ملتے ہیں جو اپنی اپنی بجا کر خالی ہاتھوں خاک میں مل گئے۔ عالم فانی میں جہاں وحشی، درندہ صفت، خونخوار اور سفّاک لوگوں نے اپنے کردار سے لقب اشرف المخلوقات کو شرمندہ کیا وہاں سینکڑوں ایسی ہستیاں بھی گزری ہیں جنھوں نے کردار انسان کو اس قدر بلند کیا کہ لفظ اشرف المخلوقات خود شرما گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام خدا کا پسندیدہ دین ہے اور تا قیام قیامت انسان کی معاشرتی حیات کے لئے کافی ہے لیکن زمانہ کے تغیّر و تبدّل نے اس دین میں بھی رخنہ اندازی پیدا کر دی۔ رسول اکرمؐ نے دین حقیقی کے دو وارث مقرر کر دیئے، ایک کتاب الٰہی اور دوسرے اہلِ بیتؑ رسولؐ۔ ان دونوں سے تمسّک رکھنا ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ رہنے کا علاج تجویز فرمایا۔ جن لوگوں نے راہ فلاح پہچان لی اور دین اسلام کو دل سے قبول کیا وہ بموجب ہدایت پیغمبرؐ قرآن و اہل بیتؑ سے متمسک رہتے لیکن جو لوگ کسی طمع یا غرض سے کلمہ اسلام پڑھنے پر مجبور ہوئے انھوں نے اہل بیتؑ کا دامن چھوڑ دیا کیونکہ وہ اپنی دانست میں حکومت و نبوّت ایک گھر میں پھلتی پھولتی برداشت نہ کر سکے وہ لوگ جو اسلام کو حق سمجھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے انھوں نے صحبت رسولؐ اور تعلیم الہامی سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور اپنے آپ کو اسلامی کردار کے سانچہ میں ڈھالنے کا حق ادا کر دیا۔ انھوں نے

اپنی زندگیوں کو ہمیشہ تابع اسلام رکھا اور ہر طرح کی ملامت و خوف کو نظر انداز کرتے ہوئے پیکرِ تسلیم و رضا بنے رہے یہی وہ خوش قسمت اور سرخرو طبقہ تھا جو بحافظ لقب بنی آدم "اشرف المخلوقات" کا مصداق قرار پایا ان کا چال چلن آج بھی دُنیا کو مکمل درس دے رہا ہے اور اہلِ باطل کے لئے عبرت آموز سبق ہے۔

دیگر اقوام کی طرح اسلام کے ساتھ بھی یہ المیہ عظیم پیش آیا کہ سُلاطین نے اپنی اغراض ذاتی اور بقائے سُلطنت کے لئے ان اشرافِ کائنات بزرگوں کے حالات زندگی کو منظر عام پر نہ آنے دیا مؤرخین نے خوف حکومت اور حرص مال و منصب میں اِن نامور اور کامران ہستیوں کے کارناموں کو پوشیدہ کیا اور اپنے حاکموں یا اُن کے بہی خواہوں کے حالات کو بے بنیاد فضائل اور جھوٹے مناقب کے ساتھ خوب بڑھا چڑھا کر درج کر لیا اور یہ کہانی ہم مقدمات میں پہلے ہی سُنا چکے ہیں۔ ہم جب تاریخ بینی کرتے ہیں تو سخت تعجب ہوتا ہے ایسے بزرگان اسلام کے حالات جن کو پڑھ کر اصلاح نفس اور تسکین قلب حاصل ہوتے ہیں اور جو کردار کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے لوگ اُن کے ناموں سے بھی آشنا نہیں ہیں اور جن لوگوں کے فضائل کی تشہیر کی جاتی ہے اُن کے سوانح حیات اُن فضائل کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں جو ان سے منسوب ہیں یہ مسئلہ نازک تو ضرور ہے مگر بہت اہم ہے لہٰذا مجھے بار بار اس کے تکرار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس ناانصافی پر مبنی تدبیر نے آئندہ نسل کی فکر پر گہرا اثر ڈالا ہے اور اس کا نتیجہ اس قدر مضر سامنے آیا ہے کہ حق و باطل آپس میں

اِس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں کہ شناخت کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے ملاحظہ کریں کہ اِسلام امن و سلامتی کا دین ہے لیکن تاریخ نویسی ہمیں بتاتی ہے کہ اِسلام تلوار زنی، فتوحات ارضی اور لشکر کشی کا نام ہے۔

الغرض ان مظلوم حضرات کی خطا صرف یہی تھی کہ اُنھوں نے سُنّتِ رسُولؐ اور آلِ رسُولؐ کو اپنا رہنما قرار دیا وہ اپنے اُصُول پر چٹان کی طرح رہے اپنے کردار کو اسقدر بلند رکھا کہ اُن کا ہر غیر اُن سے پست نظر آتا تھا اگر آج کی نسل کے سامنے اُن بااُصُول باضمیر اور باکمال مسلمانوں کے وہ عظیم کارنامے پیش کئے جائیں تو دُنیا لادینی رجحان کی طرف کبھی راغب نہ ہو۔ ان لائق پیروی اصحاب رسولؐ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ وہ افضل ترین صحابہ میں سے تھے۔ کہ اُن کو خود حضورؐ سے خصوصی نسبت ہوئی اور آپؓ کو سلمان محمدیؐ کہا جاتا ہے۔

ابتدائی حالات

حضرت سلمان فارسیؓ کا نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا۔ قدیم نام میں اختلاف ہے لیکن ان میں دو نام زیادہ مشہور رہیں۔ "مابہ" اور "روزبہ" اسلامی نام سلمان تجویز ہوا۔ رسُولؐ کریم نے "سلمان الخیر" کا لقب عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ طیبؓ، طاہر، لقمان الحکمت کے القابات حضورؐ اکرم نے عنایت فرمائے۔ ابوعبداللہ کنیت تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ روزبہ (سلمان) بن بودخشان بن مورسلان بن بہبودان بن فیروز بن سہرک۔ آپؓ کا تعلق ایران

کی اس شاہی نسل سے تھا جس کا مورث اعلیٰ منوچہر ہے لیکن حضرت سلمانؓ نے اس بات کو اپنے لئے باعث فخر نہ سمجھا۔ نسبی کرید کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان کے نسب سے متعلق سوال کیا تو جواب دیا کہ میں سلمان فرزند اسلام ہوں۔

میں ایک غلام تھا اللہ نے مجھے محمدؐ کے ذریعہ آزاد کرایا میں بے حیثیت شخص تھا اللہ نے مجھے محمدؐ کے ذریعہ عزت بخشی۔ میں ایک فقیر تھا خدا نے مجھے اپنے رسولؐ کے ذریعہ غنی کر دیا اور اور یہی میرا حسب نسب ہے۔ صاحب طبقات کے بیان کے مطابق ابن عباس کی روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ نے خود بتا دیا کہ وہ اصفہان کے گاؤں "جئی" کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ایک زمیندار تھے اور اپنے فرزند سے بہت محبت رکھتے تھے اور ان کو جدا نہ کرتے تھے ان کو گھر میں اس طرح قید کر رکھا تھا جس طرح لڑکی کو قید کیا جاتا ہے۔ آپ کے والد دین مجوس پر تھے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ سلمان بالغ ہونے سے قبل اپنے دین کی معرفت حاصل کر لے لیکن سلمانؓ کی طبیعت فطرتاً مشاہدات قدرت پر غور و فکر کرنے پر مائل تھی اور دین مجوس کے نقائص اکثر اُن کے دماغ میں تجسّس پیدا کرتے تھے مگر اپنے والد کے احترام میں زبان بند رکھتے تھے ایک دن بوذخشاں اپنے ایک مکان کی بنیاد مرمت کرنے کی غرض سے گھر سے باہر گئے اور سلمان کو اپنی جگہ کھیتوں کے کام پر روانہ کیا۔ راستے میں آپ کو ایک گرجا دکھائی دیا جہاں لوگ عبادت کر رہے تھے اور توحید خداوندی اور رسالت عیسیٰ علیہ السلام کا ورد کر رہے تھے۔ عیسائیوں کی یہ عبادت ان کو پسند آئی تحقیق

کا شوق ہوا عیسائیوں سے مذہبی معلومات کی۔ روایت میں ہے کہ وہ عیسائی صحیح دین پر تھے۔ وہ توحید خداوندی رسالت عیسیٰؑ کے اقرار کے ساتھ یہ بھی شہادت دیتے تھے کہ بتحقیق محمدؐ اللہ کے حبیب ہیں۔ سلمان کے خدا، عیسیٰؑ اور محمدؐ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی سارے جہاں کا خالق و پروردگار ہے۔ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ رسولؐ ہیں اور محمدؐ وہ رسولؐ مبشر ہے جو رسالت و نبوّت کو ختم کرے گا۔ حضرت سلمان پر ان باتوں کا اثر ہوا اور تین دن متواتر معلومات میں اضافہ کیا ادھر اُن کے والدان کو تلاش کرتے تھے۔ سلمان پر جو نظر پڑی تو پکڑ لیا اور پوچھا کہ کہاں تھے؟ آپ نے صاف صاف بتا دیا۔ باپ نے بھانپ لیا کہ لڑکا اپنے آبائی مذہب سے باغی ہے۔ لہٰذا تھوڑا تشدد کیا اور انھیں بیڑیاں پہنا کر بند کر لیا۔ مگر تلاش حق کا جذبہ مضبوط ہو گیا۔ بوذخشاں کا خیال تھا یہ سختی بیٹے کو نئے عقیدے سے دستبردار کر دے گی لیکن انھوں نے آزمایا کہ اذیّت کی زیادتی اُن کے عقیدہ کو مزید سخت کر رہی ہے لہٰذا آپ پر اور تشدّد کیا جانے لگا حتیٰ کہ کوڑے تک لگائے گئے اپنے والد کے اس ظالمانہ رویّہ سے عاجز آ گئے۔ آدھی رات کو انھوں نے اپنے خدا واحد کی بارگاہ میں اپنی حالت زار خضوع و خشوع سے عرض کی اور دُعا مانگی کہ "اے خداوند! میرے دل کو شرک و بت پرستی کی کدورت سے پاک رکھ۔ میں تجھے تیرے حبیب کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اس حبس سے رہا کر۔ اپنے حبیب تک پہنچا دے۔" خلوص دل سے دُعا فرمائی تھی مستجاب ہوئی۔ ایک غیبی ندا آئی کہ روزبہ اُٹھ

اور قید خانہ سے نکل جا۔ آپ نے تعمیل کی اور آسی گرجا میں آئے۔ ایک عمر رسیدہ راہب حجرے سے باہر آیا اور اس نے خود ہی پوچھا کہ کیا تم ہی روزبہ ہو؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور وہ بزرگ اُن کو گرجا کے اندر لے گئے۔ اگرچہ سلمانؓ دین مجوس کو شروع ہی سے ناقص سمجھتے تھے مگر ڈانوا ڈول تھے۔ اب عیسائیت کی پناہ میں انھیں کچھ قرار محسوس ہوا۔ آپ دن رات عیسائی علماء کی خدمت کرتے اور زہد و تقویٰ کی تعلیم دل لگا کر حاصل کرتے۔ آپ نے جس بزرگ کو روحانی سرپرست پسند کیا تھا وہ بھی ان کو بہت قریب رکھتے تھے۔ ان کی ذہانت و خدمت کے باعث جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے اپنے شاگرد رشید حضرت سلمان کو بلا کر کہا کہ موت برحق ہے اب میرا انتقال قریب ہے۔ حضرت سلمانؓ نے عاجزانہ عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا لائحہ عمل تعلیم فرما جائیں جو مستقبل میں میری رہبری کے لئے مشعل راہ ہو۔ اُس بزرگ نے نصیحت کی کہ تم میری ایک لوح لے کر انطاکیہ چلے جاؤ وہاں ایک راہب ہے وہ عموماً شہر سے باہر رہتا ہے اس کو تلاش کرو اُسے یہ لوح دے دینا اور اس کی خدمت میں میرا سلام پہنچا کر اس کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو جانا۔ اور جو وہ تمھیں حکم دے اس کی تعمیل کرنا۔ اس نصیحت کے بعد راہب کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور سلمانؓ انطاکیہ روانہ ہو گئے۔

جب سلمانؓ انطاکیہ پہنچے تو انھوں نے تلاش کیا کہ شہر کے باہر ایک "دیر" ہے اس کے دروازے پر ایک بوڑھا بیٹھا ہے شکل و لباس سے راہب دکھائی دیتا ہے۔ سلمانؓ نے قریب ہو کر با آواز بلند فرمایا لا اِلٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ و محمدؐ حبیب اللہ"، یا یہ کہا

"اشہد ان لا اِلٰہ الا اللہ و ان عیسیٰ روح اللہ و ان محمدؐ حبیب اللہ"۔ جب راہب نے سُنا تو چونک کر دریافت کیا تم کون ہو۔ سلمانؓ نے نزدیک جا کر لوح اس راہب کے سپرد کر دی۔ لوح لینے پر راہب نے پوچھا کیا تم "روزبہ" ہو؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تب راہب نے اُن کو اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ یہ بزرگ راہب تارک الدنیا اور عبادت گزار بندہ خدا تھا۔ دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتا تھا لہٰذا سلمانؓ کو اس سے محبت ہو گئی۔ اور وہ ان کی خدمت کرنے لگے۔ اور ساتھ ساتھ اپنی علمی و روحانی پیاس بھی بجھاتے رہے۔ سلمانؓ اس بزرگ سے علمی اور عملی استفادہ حاصل کرنے کا کوئی موقعہ بھی ضائع نہ جانے دیتے تھے یہاں تک کہ اس راہب کا وقت آخر قریب ہوا۔ اور اس نے سلمانؓ کو نصیحت کی اب اس جگہ سچا عیسائی کوئی نہیں رہا ہے تم یہ لوح لیکر سکندریہ کے راہب کے پاس چلے جانا اور اس کی خدمت میں مشغول ہو جانا۔ چنانچہ اس راہب کی وفات کے بعد حضرت سلمان سکندریہ آئے اور اس راہب کی خدمت میں کافی عرصہ گزارا۔ مورخین کے بیان کے مطابق اسی طرح راہب در راہب حضرت سلمانؓ جاتے رہے اور لوح منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آخری راہب تک پہنچے۔ اور اس کے آخری وقت پر اس سے التجا کی میں بہت دروازوں پر جا چکا ہوں اب تو آپ مجھے کسی ایسے کے ہاں روانہ کریں جس کے بعد کسی اور کی حاجت نہ ہو۔ راہب نے کہا بس اب میری نظر میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جس کے پاس تمھیں روانہ کروں۔ لہٰذا تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ محمدؐ بن عبداللہؓ بن

عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے وہ ریگستان میں ظہور کرے گا اور کھجوروں والی زمین کی ہجرت کرے گا یہ وہی آخری رسول ہے جس کی خبر و بشارت بنی اسرائیل کے نبیوںؑ نے دی ہے۔ اور اس کا ذکر کتابوں میں موجود ہے اس کی علامتیں یہ ہیں کہ جو ہدیہ کو قبول کرے گا اور صدقہ کو رد کر دے گا اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوّت ہو گی تم اس کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ لوح اسے پیش کر دینا۔

چنانچہ اس راہب کی وفات کے بعد حضرت سلمانؓ اس نبی مبشر کی تلاش میں ریگستانوں کی خاک چھانتے رہے۔ یہاں تک کہ فقر و فاقے کی نوبت آگئی کہ تنگ آکر کچھ آدمیوں کے ایک مجمع میں اعلان کیا کہ جو شخص بھی میرے اخراجات کو برداشت کرے گا میں اس کی غلامی قبول کر لوں گا۔ مدینہ کا ایک متمول زمیندار اس بات پر آمادہ ہو گیا مگر اس نے شرط عاید کی میں تمھیں مدینہ لے جاؤں گا اور تم وہاں میرے غلام بنکر میری خدمت کرو گے عشق رسولؐ کے سامنے یہ سودا سلمانؓ کو سستا نظر آیا۔ فوراً آمادہ ہو گئے۔ جب دوران سفر لوگوں کو سلمانؓ کے عقیدے اور مقصد سفر کی معلومات ہوئیں تو انھوں نے ان کا تمسخر اڑایا اور تکالیف پہنچائیں۔ مگر آتش عشق بجھنے کی بجائے بھڑکتی رہی۔

سلمانؓ مدینہ پہنچ گئے لیکن انھیں اپنے آقا کی خدمت سے اتنی فرصت و فراغت میسر نہ آسکی کہ وہ خود اس رسولؐ کا پتہ چلاتے۔ ایک دن وہ باغ میں کوئی خدمت انجام دے رہے تھے کہ

کچھ لوگ باغ کے چشمے کے قریب آکر بیٹھ گئے چونکہ سلمانؓ طبعاً مہمان نواز اور تواضع کش تھے لہٰذا ایک تھال میں کچھ کھجوریں لیکر ان کے پاس پہنچے اور عیسائی طریقہ پر سلام کیا اور دعوت طعام کی خواہش فرمائی۔ انھوں نے سلمانؓ کی دعوت کو قبول کیا اور کھانا شروع کیا مگر ان میں سے ایک صاحب نے ان خرموں کو ہاتھ نہ لگایا۔ سلمانؓ نے وجہ دریافت کی تو جواب پایا کہ "صدقہ مجھ پر اور میرے اہلبیتؑ پر حرام ہے"، سلمانؓ نے پوچھا تم کون ہو؟ جواب دیا "میں اللہ کا رسولؐ ہوں" یہ سنکر سلمانؓ واپس ہوئے اور خرمہ کا ایک دوسرا طبق لے کر آئے اور رسولؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ آپؐ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ سلمانؓ کی دلی مراد پوری ہوئی۔ پروانہ وار شمع رسالت کا طواف کرتے رہے۔ اور پشت مبارک پر ثبت مہر نبوّت کی زیارت کا شرف پاتے ہی قدموں میں گر گئے۔ اور فرمایا

"اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ"

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اس کے بعد حضرت سلمانؓ نے راہب کی دی ہوئی لوح رسولؐ خدا کے سپرد کر دی۔ حضورؐ سلمانؓ کے آقا کے پاس تشریف لے گئے۔ اور سلمانؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم "سلمان الخیر" ہو۔

حضرت سلمانؓ کے ابتدائی حالات کو کئی طریقوں اور اختلافات سے بیان کیا گیا ہے تاہم ہمارے لئے سرکار خاتم النبیینؐ صادق وامین رسولؐ کی زبان وحی بیان کا یہ ارشاد کافی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"سلمان مجوسی نہیں تھے بلکہ وہ شرک کا اظہار کرتے تھے اور ایمان کو دل میں پوشیدہ رکھے ہوئے تھے"۔

حضور کی یہ شہادت سلمانؓ کے ابتدائی حالات ایمان کی بحث کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔

روایات امامیہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "وصی" ہونے کا روحانی اعزاز حاصل تھا۔ شیخ صدوقؒ نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت سلمانؓ نے اپنے گھر کی چھت میں ایک تحریر لٹکی ہوئی دیکھی اپنی والدہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم بھی جب گھر واپس آئے تو اسے ایسے ہی لٹکتا پایا ہے۔ تم اس کو ہرگز چھونا ورنہ تمھارے والد تمھیں سزا دیں گے۔ حضرت سلمانؓ اس وقت تو خاموش ہو رہے مگر رات کو جب تمام گھر والے سو گئے تو آپ نے اُٹھ کر اس کا مطالعہ فرما لیا لکھا تھا کہ۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اللہ کا عہد ہے۔ آدمؑ سے کہ وہ اُن کے صلب سے ایک نبی خلق کرے گا جس کا نام محمدؐ ہوگا وہ اخلاقی بلندیوں کو حاصل کرنے کا حکم دے گا۔ اور اصنام کی پرستش سے منع کرے گا۔ اے روزبہ! تم عیسیٰؑ ابن مریم کے وصی ہو اس لئے ایمان لاؤ اور مجوسیت سے دور رہو۔ اور اس سے بیزاری کا اعلان کردو"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عیسیٰؑ اور محمدؐ کے درمیان پانچسو سال کا عرصہ ہے جس میں ڈھائی سو سال ایسے ہیں جن میں نہ تو کوئی نبی تھا اور نہ ظاہری عالم۔ راوی نے عرض کیا پھر لوگ کس دین پر تھے؟ فرمایا وہ دین عیسوی پر تھے۔ پوچھا وہ لوگ کیا تھے؟ فرمایا وہ مومن تھے پھر ارشاد کیا کہ زمین اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک اس میں عالم موجود نہ ہو۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ جو لوگ حجت خدا کی تلاش میں جگہ بجگہ منتقل ہوتے رہے ان میں سلمانؓ بھی ہیں وہ ایک عالم سے دوسرے عالم اور ایک فقیہ سے دوسرے فقیہ تک پہنچتے

رہے اور اسرار و اخبار میں تدبر کرتے رہے اور حضورؐ کے ظہور کے منتظر رہے۔ پھر لکھا ہے کہ جناب سلمان حضرت عیسیٰؑ کے وصی کے وصی تھے۔ اسی طرح ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ سلمان حضرت عیسیٰؑ کے آخری چند اوصیاء میں سے تھے۔ اس کے ثبوت میں ملا حسین نوری طبرسیؒ نے ایک دلیل پیش کی ہے جو قابل غور ہے، سلمانؓ کی وفات کے بعد سیدالاوصیاء امیرالمومنین علیہ السلام نے انھیں غسل دیا حالانکہ بظاہر سلمانؓ مدائن میں تھے اور جناب امیرؑ مدینہ میں تھے کرامت کے ذریعہ اتنی دور تشریف لے جانے کی غالباً وجہ یہی تھی کہ وصی کو نبی یا وصی غسل دے سکتا ہے۔ پھر لوح کا مختلف وسائل کے ذریعے آنحضرتؐ تک پہنچنا بھی اس بات کا امکانی ثبوت ہے۔

بہرحال قبل از اسلام کے حالات سے سلمانؓ کو ایک مسلّم دینی حیثیت ضرور حاصل تھی اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے ان کو ایک طرف شدائد و مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا تو دوسری طرف سنگین دشواریوں سے دوچار ہوئے۔ یہ تمام آلام اور ناگواریاں انتہائی صبر و تحمّل سے برداشت کرنا حضرت سلمان کے جذبۂ حب دین و معرفت الٰہی کے ذوق اور شوق زیارت رسولؐ کا آئینہ دار ہے۔ حقیقی دین عیسوی سے وابستہ علماء کی صحبت اور فیض ربّانی نے یوں تو حضرت سلمانؓ کو سونا بنا دیا تھا مگر جب آپؓ کو کائنات کے سب سے بڑے ہادی رحمۃ اللعالمین کا سایہ رحمت و شفقت نصیب ہوا تو آپ پارس ہو گئے۔ سرورِ کائناتؐ کی صحبت کا رنگ ایسا پکڑا کہ صحابی سے "اہلبیت منا"، قرار پائے۔ آپؓ نے رسولؐ اکرم کے ہر قول و عمل کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنائے رکھا۔ سلمانؓ کا منشور زندگی صرف سنتِ رسول کی پیروی۔ آلِ رسولؐ کی محبت و اتباع اور کتاب الٰہی کی مطابقت تھی۔ اسی وجہ سے

جو فضائل اُن کو نصیب ہوئے کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ ہو سکے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سلمانؓ کے بارے میں کیا کہوں وہ ہماری طینت سے خلق ہوئے ہیں جس کی روح ہماری روح سے ہم آہنگ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے سلمانؓ کو علوم اوّل و آخر اور ظاہر و باطن سے سرفراز کیا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلمانؓ مجلس رسولؐ مقبول میں حاضر تھے کہ اچانک ایک عربی آیا۔ اُس نے حضرت سلمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اُٹھا کر ان کی جگہ پر بیٹھ گیا۔ آنحضرتؐ یہ منظر دیکھکر اتنے آزردہ خاطر ہوئے کہ چہرہ مُبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور پیشانی اقدس پر قطراتِ عرق نمودار ہوئے اور اس حالت میں ارشاد فرمایا کہ۔

"تم اس شخص کو مجھ سے دور کر رہے ہو جسے خدا دوست رکھتا ہے تم اس شخص کو مجھ سے دور کر رہے ہو جسے میں دوست رکھتا ہوں تم اس شخص کو مجھ سے دور کر رہے ہو جس کی منزلت یہ ہے کہ جب کبھی جبرئیل مجھ پر نازل ہوتا ہے تو خدا کا سلام اس کے لیے لاتا ہے یقیناً سلمان مجھ سے ہے۔ خبردار! تم سلمان کے بارے میں غلط خیال نہ قائم کرو۔ خدا نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں سلمان کو لوگوں کی اموات اور بلاؤں اور اُن کے نسب ناموں کا علم دے دوں۔ اور انھیں ان چیزوں سے آگاہ کر دوں جو حق و باطل کو جدا کرنے والی ہیں"۔

وہ عربؓ صحابی جس نے حضرت سلمانؓ کو اپنے زعم میں حقیر سمجھ کر اُٹھایا تھا۔ ارشاداتِ پیغمبرؐ سُنکر گھبرا گیا۔ اور عرض کی یا رسولؐ اللہ میں یہ گمان کبھی نہ کر سکتا تھا کہ سلمانؓ ان مراتب جلیلہ پر فائز ہے۔

ؓ ممکن ہے کہ وہ صحابی حضرت عمر ہوں

کیا وہ مجوسی نہیں جو بعد میں مُسلمان ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

" میں تو خدا کی نظر میں سلمان کے درجے کو بیان کر رہا ہوں اور تم خیال کرتے ہو کہ وہ مجوسی تھا۔ وہ (ہرگز) مجوسی نہ تھا۔ صرف اس کا اظہار کرتا تھا (تقیہ میں تھا) اور ایمان اس کے دل میں پوشیدہ تھا"۔

علمی مقام

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا میں نے ایک روز آنحضرتؐ سے سلمان کے بارے میں سوال کیا حضورؐ نے فرمایا۔

"سلمان دریائے علم ہیں کوئی اس کی تھاہ تک نہیں پہنچ سکتا اس کو اوّل و آخر کے علم سے مخصوص کیا گیا ہے خدا اُسے دشمن رکھے جو سلمان کو دشمن رکھتا ہے اور خدا اسے دوست رکھے جو سلمان کو دوست رکھتا ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فضیل بن یسار سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ سلمانؓ اوّل و آخر علم کو جانتے تھے اس سے کیا مطلب ہے؟ فضیل نے جواب دیا یعنی وہ علم بنی اسرائیل اور علم رسالت مآبؐ سے آگاہ ہو گئے تھے۔ امام معصومؑ نے فرمایا نہیں یہ مطلب نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ علم پیغمبر اور علم امیر المومنین اور آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ کے عجیب و غریب اُمور سے آگاہ تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے سلمانؓ نے علمِ اوّل اور علم آخر معلوم کیا اور وہ ایک دریائے علم تھے کہ جن کا علم ختم ہونے والا نہ تھا اور وہ ہم اہل بیتؑ سے ہیں۔ اُن کا علم اس درجہ پر پہنچا ہوا تھا کہ ایک روز اُن کا گذر ایک شخص کی طرف ہوا جو ایک مجمع میں کھڑا تھا سلمانؓ نے اس شخص سے کہا اے بندۂ خدا! پروردگار

عالم سے توبہ کر اس فعل سے جو کل رات تو نے اپنے مکان میں کیا ہے۔ یہ کہکر سلمانؓ چلے گئے۔ لوگوں نے اس شخص کو اُبھارنا چاہا کہ سلمانؓ نے تم پر ایک بدی کی تہمت باندھی ہے اور تو نے کبھی اس کی تردید نہ کی اس نے جواب دیا کہ سلمانؓ نے مجھے اس امر سے آگاہ کیا ہے جس کو میرے اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ (علماء کے نزدیک یہ شخص اوّل خلیفہ اہلسنّت حضرت ابوبکر صدیق تھے۔)

روایت ہے کہ جب سلمانؓ ایک اونٹ کو دیکھتے جس کو لوگ عسکر کہتے تھے اور حضرت عائشہ جنگ جمل کے دن اس پر سوار ہو کر تازیانہ مارتی تھیں) تو اس اونٹ سے اظہار نفرت کرتے تھے لوگوں نے "سلمانؓ" سے کہا کہ اس جانور سے آپ کو کیا پرخاش ہے۔ آپؓ نے جواب دیا یہ جانور نہیں بلکہ یہ عسکر بن کنعان جنّی ہے۔ جس نے یہ صورت اختیار کی ہے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے پھر اس اونٹ کے مالک اعرابی سے کہا کہ تیرا یہ اونٹ یہاں بے قدر ہے۔ اس کو "حوّاب" کی سرحد پر لے جا۔ اگر وہاں لے جائے گا تو جو قیمت چاہے گا مل جائے گی۔ امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ لشکر عائشہ نے اس اونٹ کو سات سو درہم میں خرید کیا۔ جبکہ وہ لوگ حضرت علیؑ سے جنگ کے لئے جا رہے تھے۔ یہ واقعہ بھی حضرت سلمان کے علمی مقام کی تائید کرتا ہے کہ جنگ جمل سے برسوں قبل اس کی اطلاع کر دی.

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ سلمان فارسیؓ حکیم لقمان کے مانند ہیں۔

ابن بابویہؒ نے بسند معتبر امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو تمام سال روزہ رکھتا ہے۔ سلمانؓ

نے کہا میں ہوں۔ حضرتؐ نے پھر فرمایا تم میں کون ہے جو ہمیشہ شب بیدار رہے۔ سلمانؓ نے عرض کی میں ہوں۔ پھر حضرتؐ نے پوچھا تم میں کون ہے جو ہر روز ایک قرآن ختم کرتا ہے۔ سلمانؓ نے کہا میں ہوں۔ یہ سُنکر حضرت عمر بن خطاب کو غصہ آیا اور بولے کہ یہ شخص فارس کا رہنے والا یہ چاہتا ہے کہ ہم قریشیوں پر فخر کرے۔ یہ جھوٹ بولتا ہے اکثر دنوں کو روزہ سے نہیں تھا۔ اکثر راتوں کو سویا کرتا ہے۔ اور اکثر دن اس نے تلاوت نہیں کی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ لقمانؑ حکیم کے مانند مثل ہے۔ تم اس سے پوچھو وہ جواب دیں گے۔ حضرت عمر نے پوچھا تو حضرت سلمانؓ نے جواب دیا کہ تمام سال روزہ کے بارے میں یہ ہے کہ میں ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے تو اس کو دس گنا ثواب دیتا ہوں۔ اس لئے یہ تمام سال کے روزوں کے برابر ہوا۔ باوجود اس کے ماہِ شعبان میں بھی روزے رکھتا ہوں۔ اور ماہِ رمضان سے ملا دیتا ہوں۔ اور ہر رات شب بیداری کے یہ معنی ہیں کہ ہر رات باوضو سوتا ہوں۔ اور میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جو شخص باوضو سوتا ہے ایسا ہے کہ تمام رات عبادت میں بسر کی اور ہر روز ختم قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ ہر روز تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیتا ہوں اور میں نے رسول خداؐ سے سُنا ہے آپؐ نے حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تمہاری مثال میری اُمّت میں قل ھو اللہ احد کی مثال ہے جس نے سورہ قل ھو اللہ ایک مرتبہ پڑھا ایسا ہے کہ اس نے ثلث قرآن کی تلاوت کی جس نے دو مرتبہ پڑھا تو اس نے دو تہائی تلاوت کی اور جس نے تین مرتبہ پڑھا تو ایسا ہے کہ اس نے قرآن ختم کر لیا اور اے علیؑ جو شخص تم کو زبان سے دوست رکھتا ہے اس کو

ثلث ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اور جو شخص زبان و دل سے تمھیں دوست رکھتا ہے اس کو دو ثلث ایمان مل گیا۔ اور جو شخص زبان و دل سے تم کو دوست رکھتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے تمھاری مدد کرتا ہے تو تمام ایمان اس کو حاصل ہو گیا۔ اے علیؑ اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر تم کو اہل زمین بھی اسی طرح دوست رکھتے جس طرح اہل آسمان دوست رکھتے ہیں تو خدا کسی کو جہنم میں عذاب نہ کرتا۔ یہ سنکر حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ جیسے ان کے منھ میں خاک بھر گئی ہو۔

حضرت یعقوب کلینیؒ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے سلمانؓ اور ابوذر کے درمیان صیغۂ اخوت پڑھا تھا اور ابوذرؓ پر یہ شرط عائد کی تھی کہ وہ کبھی سلمانؓ کی مخالفت نہ کریں گے اس لئے کہ سلمانؓ کو ان علوم میں دسترس حاصل ہے۔ جن کا ابوذرؓ کو علم نہیں۔

روایت ہے کہ ایک روز حضرت ابوذرؓ اپنے بھائی حضرت سلمانؓ کے گھر آئے۔ سلمانؓ کا پیالہ شوربہ اور چربی سے بھرا ہوا تھا دوران گفتگو یہ پیالہ اُلٹا ہو گیا مگر اس میں سے کچھ نہ گرا۔ سلمانؓ نے اسے سیدھا کیا اور پھر مصروف گفتگو ہوئے۔ ابوذرؓ کو یہ دیکھکر حیرت ہوئی اچانک پیالہ پھر اوندھا ہوا لیکن پھر شوربا وغیرہ نہ گرا۔ اس سے ابوذرؓ کا تعجب دہشت میں تبدیل ہو گیا۔ وہاں سے اٹھے اور غور کرنے لگے کہ اچانک وہاں امیرالمومنینؑ سے ملاقات ہوئی۔ جناب امیرؑ نے ابوذرؓ سے پوچھا کہ تم سلمانؓ کے ہاں سے واپس کیوں آ گئے اور گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟ ابوذرؓ نے ماجرا بیان کیا حضرت امیرؑ نے ارشاد فرمایا کہ "اے ابوذرؓ اگر سلمان تم کو وہ امور

بتا دیں جو وہ جانتے ہیں تو یقیناً تم کہوگے کہ سلمانؓ کے قاتل پر خدا رحمت نہ کرے۔ اے ابوذرؓ بے شک سلمانؓ زمین میں خدا کی درگاہ ہیں جو ان کو پہچانے وہ مومن ہے۔ جو ان سے انکار کرے وہ کافر ہے بے شک سلمانؓ ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں۔

شیخ مفید لکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ حضرت سلمانؓ کے پاس تشریف لائے اور اُن سے فرمایا کہ اے سلمانؓ اپنے مصاحب کے ساتھ مدارات کرو اور اُن کے سامنے وہ اُمور ظاہر نہ کرو جس کے وہ متحمل نہیں ہو سکتے"۔

حضرت امام باقرؑ سے روایت ہے کہ علیؑ محدث تھے اور سلمانؓ محدث یعنی ملائکہ دونوں حضرات سے باتیں کرتے تھے۔ امام جعفرؑ صادق فرماتے ہیں کہ سلمانؓ کا محدث ہونا یہ ہے کہ اُن کے امام اُن سے حدیث بیان کرتے اور اپنے اسرار ان کو تعلیم کرتے تھے نہ یہ کہ براہ راست خدا کی جانب سے ان کو کلام پہنچتا تھا! کیونکہ حجت خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو خدا کی جانب سے کوئی بات نہیں پہنچتی۔ علامہ مجلسیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ یہاں جس امر سے نفی کی گئی ہے ممکن ہے وہ خدا کا بے واسطۂ ملک کلام کرنا ہو اور فرشتے جناب سلمانؓ سے گفتگو کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مقام پر حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ حضرت سلمانؓ کے محدث ہونے کا مطلب یہ کہ ایک فرشتہ اُن کے کان میں باتیں کرتا تھا دوسری جگہ ہے کہ ایک بڑا فرشتہ ان سے باتیں کرتا تھا۔ ایک شخص نے تعجب سے دریافت کیا کہ جب سلمانؓ ایسے تھے تو پھر امیرالمومنینؑ کیسے رہے ہوں گے۔ حضرتؑ نے جواب دیا اپنے کام سے سروکار رکھو اور ایسی باتوں سے غرض مت رکھو (یعنی کرید نہ کرو) ایک موقعہ

یہ فرمایا کہ ایک فرشتہ ان کے دل میں ایسا اور ویسا نقش کرتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سلمان متوسمین میں سے تھے کہ لوگوں کے احوال فراست سے معلوم کر لیا کرتے تھے۔ ایک حدیث معتبر میں ہے کہ امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ سلمانؓ اسم اعظم جانتے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام کے سامنے تقیہ کا ذکر آیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اگر ابوذرؓ سلمانؓ کے دل میں جو کچھ تھا جان لیتے تو یقیناً ان کو قتل کر دیتے حالانکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔ پھر دیگر تمام لوگوں کے بارے میں کیا گمان کرتے ہو۔

یہ حدیث بھی جناب سلمانؓ کے بلند مرتبہ علمی کی تائید میں ہے کہ جناب ابوذرؓ پر جناب سلمانؓ کی علمی فوقیت ثابت کرتی ہے کہ حضرت ابوذرؓ ان علوم و اسرار الٰہی کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے جو کہ سلمانؓ پر منکشف تھے۔

شیخ طوسیؒ نے معتبر سند کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت سلمانؓ کے اصحاب میں سے ایک صاحب بیمار ہوئے جب چند روز تک اس سے ملاقات نہ ہوئی تو اس کا حال دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے۔ لوگوں نے بتایا وہ بیمار ہے۔ سلمانؓ نے فرمایا چلو اس کی عیادت کریں۔ غرض لوگ ان کے ہمراہ چلے اور اس شخص کے گھر پر پہنچے۔ اس وقت وہ عالم جان کنی میں تھا۔ جناب سلمان رحمۃ اللہ علیہ نے ملک الموت سے خطاب کیا کہ خدا کے دوست کے ساتھ نرمی اور مہربانی کرو ملک الموت نے جواب دیا جسے تمام حاضرین نے سنا کہ اے ابوعبداللہ

میں تمام مومنین کے ساتھ نرمی کرتا ہوں اور اگر کسی کے سامنے اس طرح آؤں گا کہ وہ مجھے دیکھے تو بے شک وہ تم ہو گے۔

ایک روز سلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مجلس میں داخل ہوئے۔ صحابہ نے ان کی تعظیم فرمائی اور ان کو اپنے اوپر مقدم کر کے صدر مجلس میں ان کے حق کو بلند کیا اور ان کی پیروی و تعظیم کی۔ برائے اختصاص جو ان کو حضورؐ اور آپؐ کی آل سے تھا۔ جگہ دی۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اور دیکھا کہ وہ صدر مجلس میں بٹھائے گئے ہیں یہ دیکھ کر وہ بولے کہ یہ عجمی کون ہے؟ جو عربوں کے درمیان صدر مجلس میں بیٹھا ہے یہ سن کر حضورؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام آدمی کنگھی کے دندانوں کے مثل برابر ہیں اور کوئی فضیلت نہیں ہے۔ عربی کو عجمی پر۔ اور نہ کسی سرخ و سفید کو کسی سیاہ انسان پر مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کے سبب سے۔

سلمان ایک دریا ہے جو ختم نہیں ہوتا اور ایک خزانہ ہے جو تمام نہیں ہوتا۔ سلمان ہم اہل بیتؑ سے ہیں۔ سلمان حکمت عطا کرتے ہیں اور حق کی دلیلیں ظاہر کرتے ہیں۔

استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔
"اگر دین ثریا میں ہوتا تو سلمانؓ یقیناً وہاں تک پہنچ کر اسے حاصل کر لیتا"۔

جہاد

حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبل از اسلام زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طبیعت روحانیت، زہد و عبادت اور معرفت کی طرف مائل رہی۔ اور جنگ و جدل یا سپاہ گری سے ان کا کسی طرح سے کبھی کوئی تعلق نہ رہا۔ انھوں نے کسی جنگ یا

لڑائی میں شرکت نہ کی بلکہ گھر سے نکل کر عبادت خانوں میں گوشہ نشین یا تارک الدنیا بن کر اپنی روح کو مفرح و منور کرنے کی کوشش میں مصروف رہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے پرچم تلے آتے ہی وہ ایک ممتاز مجاہد اور کہنہ مشق سپاہی ثابت ہوتے ہیں۔ آپ کی اسلامی زندگی میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمانؓ نے نہ صرف جہادوں میں شرکت ہی کی بلکہ بعض موقعوں پر آپ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو خاص علم و تفضل کی بدولت فنون حرب اور علم معرکہ آرائی سے بخوبی واقفیت اور کامل دسترس حاصل تھی بدر و احد کی لڑائیوں میں سلمانؓ شریک نہ ہوئے مگر ۵ھ میں جنگ خندق میں آپ کو بڑی نمایاں حیثیت حاصل ہوئی۔ حضرت سلمانؓ پہلی مرتبہ اس جنگ میں رسول اللہؐ کے ہمراہ شریک ہوئے۔ اس جنگ میں پورا عرب مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا تھا اور شہر مدینہ کا محاصرہ کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ شہر کی نہ ہی کوئی شہر پناہ تھی اور نہ ہی فصیل لشکر کی تعداد بھی قلیل تھی جبکہ دشمن کی فوج کے غول سر پر منڈلا رہے تھے مسلمانوں کی نبضیں ڈوبی ہوئی تھیں اور کافر متکبرانہ آوازے کس رہے تھے حضورؐ کو حضرت سلمانؓ نے مشورہ دیا کہ ایرانی طرز کی ایک خندق کھود دی جائے اسے قبول کر لیا گیا اور بمطابق وحی حضورؐ نے خندق کھودنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس خندق کا کھودنا کفار کے زیر نگرانی حضرت سلمانؓ ارادوں کو دفن کرنے کی تعبیر ثابت ہوا۔ جب انھوں نے یہ نئی چیز دیکھی تو ششدر رہ گئے۔ عمرو بن عبدود جیسے بہادر جس کا نام سُن کر حضرت عمر جیسے بہادر کا دل ڈوب جاتا تھا۔ خندق کے کنارے ڈھاڑیں

مارتا تھا اور دیگر پہلوان باتیں بنا رہے تھے کہ مسلمانوں نے یہ ایسا حیلہ کیا ہے کہ ہم عرب اس سے قطعی ناواقف ہیں انھوں نے بائیس روز سر توڑ کوشش کی کہ کسی طرح مدینہ تک پہنچ سکیں لیکن ایک نہ چلی آخر تنگ آکر طعن و تشنیع پر اتر آئے حضورؐ کو گستاخانہ طریقوں سے مبارزطلبی کی۔ آخر حضرت علیؑ نے عمرو بن عبدود کو واصل جہنم کیا اور یہ فوج کثیر دُم دبا کر طائف کی طرف بھاگ گئی۔ جنگ فتح ہوئی غزوہ خندق کے بعد کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوئے۔ پیران سالی کے باوجود آپ نے ہر لڑائی میں دادِ شجاعت دی۔

جب جنگ احزاب کے موقعہ پر خندق کھودی جا رہی تھی تو مسلمان مختلف ٹکڑیوں میں بٹ کر کام کر رہے تھے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک سے کھدائی کا کام کر رہے تھے آپ کا جسم مبارک مٹی سے اٹا ہوا تھا اور آپ کی زبان وحی بیان پر رجز جاری تھا سلمان ضعیف العمری کے باوجود تنومند اور قوی الجثہ تھے۔ انصار و مہاجرین دونوں اُن کے ساتھ کام کرنے کے خواہشمند تھے مہاجر کہتے تھے کہ سلمان ہم میں سے رہے۔ جب اس بات کا چرچا حضور اکرمؐ تک پہونچا تو سرکارؐ نے سلمانؓ کا ہاتھ تھام کر فرمایا۔ "سلمانؓ منا اہل البیت"، سلمان ہم اہل بیت سے ہیں۔ اس موقعہ کے بعد متعدد بار یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

اہل سنتہ کے جلیل القدر امام محی الدین ابن عربی نے اس حدیث سے حضرت سلمان کی عصمت وطہارت پر استدلال کیا ہے اور کہتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہؐ ایک بندۂ خاص و مخلص تھے اس لئے اللہ نے ان کے اہل بیتؑ کی ایسی تطہیر کی جو تطہیر کا حق تھا۔ اور ان سے رجس

اور ہر عیب کو دور رکھا اور رجس عربی زبان میں گندگی کو کہا جاتا ہے پھر آیت تطہیر انما یرید اللہ لیذھب الخ کے بعد کہا کہ جس شخص کو بھی اہلبیتؑ کی طرف نسبت دی جائے گی۔ اس کا مطہر ہونا ضروری ہے اس کے بعد تحریر کیا کہ رسول اللہؐ کا سلمانؓ کو اہلبیتؑ میں شامل کرنا انکی طہارت، خدائی حفاظت اور عصمت کی گواہی دیتا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے بصائر الدرجات سے فضل بن عیسیٰ کی ایک روایت حیات القلوب میں نقل کی ہے کہ فضل کہتے ہیں ایک مرتبہ میں اور میرے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے والد بزرگوار نے عرض کی کیا یہ صحیح ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے کہ سلمان ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا ہاں۔ میرے والد نے پوچھا کیا وہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں۔؟ حضرت نے جواب دیا۔ وہ ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ میرے والد نے عرض کیا کہ کیا وہ ابوطالبؑ کی اولاد میں سے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ میرے پدر بزرگوار نے کہا کہ میں سرکار کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ حضرت صادقؑ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ بے شک خدا نے ہماری طینت علیینّ سے خلق فرمائی اور ہمارے شیعوں کی طینت اس سے ایک درجہ پست خلق فرمائی لہٰذا وہ ہم میں سے ہیں اور ہمارے دشمنوں کی طینت سجین سے خلق فرمائی اور ان کے دوستوں کی طینت ان سے ایک درجہ پست خلق کی لہٰذا وہ لوگ اُن سے ہیں اور سلمانؓ حضرت لقمانؑ سے بہتر ہیں

اسلامی نقطۂ نظر سے جب قتال ناگزیر ہو تو اہل کتاب سے لڑائی کرنے سے قبل دعوت اسلام دی جاتی ہے اگر وہ مسلمان ہونا

پسند نہ کریں تو اُن سے جزیہ طلب کیا جاتا ہے اور اگر وہ انکار کر کے آمادہ جنگ ہو جائیں تو تلوار ہاتھ میں لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ جنگ خیبر کے موقعہ پر حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو یہی ہدایت کی تھی کہ تم پہلے انھیں خدا کی توحید اور میری رسالتؐ کی دعوت دینا بصورت انکار مطالبہ جزیہ کرنا اور اگر وہ پھر بھی لڑائی پر مصر رہیں تو ان سے جنگ کرنا۔ چنانچہ حضرت سلمانؓ ان جنگی اخلاق سے بخوبی واقف تھے۔ لہٰذا ہمیشہ اس پر عامل رہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر وہ ایک لشکر کے امیر مقرر کئے گئے اور اُن کو فارس کے ایک قلعہ کو فتح کرنے کی مہم پر مامور کیا گیا۔ جب آپ اپنی سپاہ کے ساتھ قلعہ کے نزدیک گئے تو تامل فرمایا۔ لوگوں نے پوچھا کیا آپ اس قلعہ پر حملہ نہیں کریں گے فرمایا نہیں جس طرح رسولؐ خدا پہلے دعوت اسلام دیتے تھے اسی طرح میں بھی ان کو دعوت دوں گا۔ پھر سلمانؓ ان کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ میں بھی تمھاری طرح فارس کا باشندہ ہوں تم دیکھ سکتے ہو کہ عرب میری اطاعت کر رہے ہیں اگر تم دل سے اسلام لے آؤ گے تو میری طرح تمھیں بھی عزت نصیب ہوگی اور اگر تم ہمارا دین قبول نہ کرو گے تو ہم تم پر کوئی زبردستی نہیں کریں گے صرف تم سے جزیہ طلب کریں گے۔ اور اگر پھر بھی تم برسر جنگ نظر آؤ گے تو پھر میرے لئے جنگ ضروری ہوگی۔ اہل قلعہ نے جواب دیا کہ نہ ہی ہم تمھارا دین قبول کریں گے اور نہ ہی کوئی جزیہ دینا منظور کریں گے بلکہ تمھارا مقابلہ کریں گے۔ اس پر لشکر سلمانؓ نے حملہ کرنے کا اذن طلب کیا مگر آپ نے جواب دیا نہیں ابھی رک جاؤ۔ ان کو غور کرنے کا موقعہ دو۔ آپ نے تین روز انتظار کیا اور پھر چوتھے دن حملے کا حکم دیا۔ اور قلعہ فتح کر لیا۔

اس واقعہ سے حضرت سلمان رضؓ کی عظمت کا رزار واضح ہوتی ہے کسی بھی شعبہ حیات میں دیکھا جائے حضرت سلمان رضؓ کی حیات پاک کا مقصد و منشور صرف یہی نظر آتا ہے کہ سنتِ رسولؐ کی حفاظت رہے آپ شب و روز رسولؐ و آلؑ رسول کی صحبت علمی و عملی سے مستفید رہنے پر مستعد رہے علم کے حصول کے ساتھ ساتھ عمل میں کمال حاصل کیا یہی تو وہ متوازن حقیقت تھی جس کے باعث رسولؐ نے بے انتہا محبت اور نظر کرم میں دریا دلی کا مظاہرہ فرمایا اور آپ کو اپنے اہلبیتؑ میں شامل کر لیا۔

حضرت سلمانؓ کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ انھیں حضرت خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا کے دروازے کی دربانی کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپؓ کو "حاجب علیؑ" ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔

تاریخی واقعات سے اجمالاً اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمانؓ نے حیاتِ رسولؐ کے غزوات میں بھرپور حصّہ لیا اور بہادری کے کارنامے انجام دیئے لیکن جنگ خندق کے علاوہ اور کسی جنگ میں اُن کے کارناموں کی تفصیل نہیں ملتی۔ اسی طرح بعد وفاتِ رسولؐ کی جنگوں میں ان کو سپہ سالار کی حیثیت سے منتخب کیا گیا مثلاً جنگ قادسیہ، مدائن، جلولا اور حملۂ فارس میں اُن کی کارکردگیاں ان کو ایک ماہر جنگجو افسر ثابت کرتی ہیں۔

سادگی و قناعت باوجودیکہ وہ اعلیٰ مناصب پر فائز رہے مگر سادہ زندگی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اپنے اُسی سادہ رہن سہن پر قائم رہے۔ امیر لشکر ہونے کے باوجود آپ کی ظاہری وضع قطع ایک معمولی سپاہی سے بھی کمتر نظر آتی تھی۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت

سلمان فاتح کی حیثیت سے مدائن کے پل سے گزرے ان کے ساتھ ایک شخص بنی کندہ کا تھا۔ آپ ایک بے زین گدھے پر سوار تھے چونکہ سردار فوج تھے اس لئے لوگوں نے کہا کہ پرچم ہمیں دے دیجئے۔ جواب دیا میں پرچم اُٹھانے کا زیادہ حقدار ہوں۔ اسی طرح آگے بڑھ گئے۔ جب مدائن سے کوفہ جانے لگے تو لوگوں نے دیکھا کہ بلا زین خچر پر سوار ہیں اور جھنڈا ہاتھ میں تھامے ایک فرد بنی کندہ کے ساتھ چلے جا رہے ہیں۔ حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابونعیم نے تحریر کیا ہے کہ ایک لڑائی میں حضرت سلمان سردار فوج تھے جب فوج چلی تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور جسم پر ایک لباس ہے اور ان کی ٹانگیں تھرتھرا رہی ہیں۔

ایسے سادگی کے واقعات کی موجودگی کے باوجود وہ انتظامی اُمور کی نگہداشت میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بدانتظامی کی کوئی کیفیت اُن کی قیادت میں نظر سے نہیں گزرتی ہے۔ شہر مدائن ایک زمانے میں کسروی سلطنت کا دارالحکومت تھا اسے سعد بن وقاص نے فتح کیا۔ سلمانؓ بھی ایک فوجی دستے کے قائد کی حیثیت سے اس لشکر میں تھے جب مسلمانوں نے مدائن کو فتح کیا تو سعد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر میں داخل ہونے کے لئے نہر دجلہ کو عبور کریں اور کہا اگر مسلمان اپنی صفات پر باقی ہیں تو خدا ضرور عبور کرنے میں مدد کریگا حضرت سلمان رضؓ کو جوش آگیا اور فرمایا اسلام ابھی تازہ ہے اور دریا بھی مسلمانوں کی اسی طرح اطاعت کرے گا جس طرح اہل زمین نے کی ہے لیکن خدا کی قسم لوگ دین اسلام سے اسی طرح گروہ گروہ خارج ہوں گے جس طرح فوج در فوج داخل ہوئے ہیں یہ سمجھ لو

کہ آج کے دن ہماری فوج کا کوئی آدمی پانی میں ہلاک نہ ہوگا۔ سلمانؓ کی اطلاع کے مطابق پوری فوج سواریوں پر دجلہ عبور کر گئی اور کوئی بھی غرق نہ ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ نے اپنے بھائی حضرت ابوذرؓ کی ضیافت کی جب وہ آئے تو دو روٹیاں جو کی اُن کے سامنے لاکر رکھ دیں۔ ابوذرؓ نے ان روٹیوں کو ہاتھ میں لے کر بغور دیکھنا شروع کیا۔ سلمانؓ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو۔ انھوں نے روٹیوں کو ناپسند کرنے کا اظہار کیا۔ سلمانؓ کے چہرے پر ناراضگی کے اثرات نمایاں ہوئے۔ فرمایا تمھیں ایسی بات کہنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ خدا کی قسم اس روٹی کے تیار ہونے میں اس پانی سے کام لیا گیا جو زیر عرش ملائکہ کی عملداری میں رہتا ہے۔ اس روٹی کے تیار ہونے میں زمین لکڑی۔ لوہا۔ آگ۔ جانور اور نمک کا بھی حصہ ہے اور ان چیزوں کا بھی جنھیں میں شمار نہیں کر سکتا۔ اور اے ابوذرؓ! جن باتوں کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے ان سے وہ باتیں زیادہ ہیں جن کا میں ذکر نہیں کر سکا ہوں۔ پھر کیسے اس ایک نعمت کا شکر ادا ہو سکتا ہے ابوذرؓ ان باتوں سے متاثر ہوئے اور ندامت محسوس کی اور خدا سے توبہ و معذرت طلب فرمائی۔

اسی طرح ایک دن ابوذرؓ سلمانؓ کے گھر آئے انھوں نے چند روٹی کے سوکھے ٹکڑے سامنے رکھے۔ ابوذرؓ نے کہا کتنی اچھی روٹی ہے اگر نمک ساتھ ہو تو خوب رہے۔ سلمان باہر گئے اور لوٹا رہن کر کے نمک لاکر رکھ دیا۔ ابوذرؓ نمک چھڑک کر تناول فرمانے لگے اور کہا حمد ہے اس اللہ کی جس نے صفت قناعت بخشی۔ سلمانؓ نے فرمایا اگر تم میں قناعت کا جوہر ہوتا تو مجھے لوٹا گروی نہ کرنا پڑتا۔

حضرت سلمانؓ باوجودیکہ گورنر تک کے منصب تک فائز ہوئے مگر انھوں نے کوئی اپنا باقاعدہ گھر نہ بنایا۔ ابن سعد نے انس سے روایت کی ہے کہ سلمانؓ فارسی جہاں جہاں گھومتا تھا اس سے سایہ حاصل کرتے تھے ان کا کوئی گھر نہ تھا۔ ایک شخص نے پوچھا آپ اپنا گھر کیوں نہیں بناتے جس سے گرمیوں میں سایہ اور سردیوں میں سکون حاصل ہو۔ فرمایا اچھا۔ جب اس شخص نے پشت پھیری تو اسے پکارا اور پوچھا تم اسے کیونکر بناؤ گے۔ اس نے کہا ایسے بناؤں گا کہ اگر آپ کھڑے ہوں تو سر میں لگے اور لیٹیں تو پاؤں میں لگے۔ سلمانؓ نے کہا۔ ہاں۔

نعمان بن حمید سے مروی ہے کہ میں اپنے ماموں کے ہمراہ مدائن گیا۔ وہ بوریا بن رہے تھے۔ میں نے انھیں کہتے سنا کہ ایک درم کھجور کے پتے خریدتا ہوں اُسے بُنتا ہوں اور تین درم میں فروخت کرتا ہوں۔ ایک درہم اسی میں لگا دیتا ہوں۔ اور ایک درہم عیال پر خرچ کرتا ہوں۔ ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں۔ اگر عمر بن خطاب پابندی نہ لگاتا تو اس سے باز نہ آتا۔

ابی قلابہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سلمانؓ کے پاس آیا اس وقت وہ آٹا گوندھ رہے تھے۔ عرض کی خادم کہاں ہے۔ فرمایا ہم نے اُسے ایک کام پر روانہ کیا ہے اور پھر ہم نے ناپسند کیا کہ اس سے دو کام لیں پھر اس شخص سے کسی کا سلام پہنچایا۔ پوچھا تم کب سے آئے ہو۔ کہا تین دن سے فرمایا دیکھو اگر تم (آج) سلام نہ پہنچاتے تو یہ امانت میں خیانت ہوتی۔

حضرت سلمانؓ کی روزمرہ کی گفتگو میں آیات قرآنی کا کثرت سے

حوالہ ملتا ہے اور عموماً آپ حلقۂ احباب میں تفسیر قرآن بیان کرتے تھے اور لوگوں کی عدم توجہی کی شکایت کیا کرتے تھے علماء نے ان کو ممتاز فقیہ تسلیم کیا ہے۔ ابن عساکر نے روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ ہم آپؐ کے بعد کس سے علم حاصل کریں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ علیؑ اور سلمانؓ سے۔ اسی طرح علم حدیث میں اُن کو بخاری اور مسلم نے مدوّن شمار کیا ہے۔

اصبغ ابن نباتہ بیان کرتے ہیں کہ میں عہد علویؑ میں سلمانؓ کے پاس مدائن گیا۔ اکثر و بیشتر ان سے ملاقات رہتی تھی جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو مجھ سے کہا رسول اللہؐ نے مجھے بتایا تھا کہ جب میری موت کا وقت قریب ہوگا تو مردہ مجھ سے باتیں کرے گا۔ میں نے کہا میں آپ کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوں۔ فرمایا ایک تختہ منگوا کر مجھے لوگوں کے کندھوں پر لے چلو جب قبرستان پہنچے تو زمین پر بیٹھ گئے اور بلند آواز سے کہا۔

سلام ہو تم پر اے لوگو جو فنا کے راستے پر جا کر خاک میں پوشیدہ ہوئے ہو سلام ہو تم پر اے لوگو جو اپنے اعمال کے نتیجے تک پہنچ گئے ہو۔ اور صور اسرافیل کا انتظار کر رہے ہو اسی طرح چند مرتبہ سلام کیا۔ فرمایا کہ میں سلمانؓ فارسی آزاد کردۂ پیغمبرؐ ہوں۔ انھوں نے مجھے خبر دی تھی کہ جب میری موت کا وقت قریب آئے گا تو تم میں سے کوئی شخص مجھ سے بات کرے گا۔

اصبغ بیان کرتے ہیں کہ اسی وقت ایک آواز بلند ہوئی السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ تم نے اپنے آپ کو دنیا میں مشغول کر رکھا ہے۔ اے سلمانؓ میں تمھاری باتیں سن رہا ہوں جو پوچھنا

چاہتے ہو پوچھ لو۔ اس موقع پر سلمانؓ نے بہت سی باتیں دریافت فرمائیں۔ آخر میں سلمانؓ نے پوچھا کہ سب سے زیادہ مفید عبادت کون سی ہے جواب ملا کہ میں نے تین چیزوں سے زیادہ مفید کوئی عبادت نہیں پائی۔ پہلی سرد راتوں میں نماز پڑھنا۔ دوسرے گرم دنوں میں روزہ رکھنا۔ تیسرے اس طرح صدقہ دینا کہ دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ یہ سننے کے بعد سلمانؓ نے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا اے وہ ذات خداوندی جس کے قبضۂ ملکیت میں ہر چیز ہے اور ہر شے اُسی کی طرف پلٹ جانے والی ہے۔ اس کے بعد چند کلمات ادا کئے۔ اور کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا کہ مجھے قبلہ رُخ لٹا دو۔ انھیں لٹا دیا گیا اور رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

زاذان کہتے ہیں کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے پوچھا کہ آپ کو غسل کون دے گا۔ فرمایا وہ شخص جس نے رسول اللہؐ کو غسل دیا تھا۔ میں نے کہا آپ مدائن میں ہیں اور وہ یہاں سے بہت دُور ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب میں مر جاؤں گا تو تم ایک آواز سنو گے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب آپؓ کا انتقال ہوا تو میں نے ایک آواز سُنی مڑ کر دیکھا تو امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے۔ جناب امیرؑ نے پوچھا کہ کیا سلمانؓ وفات پا گئے۔ عرض کیا ہاں امیرالمومنینؑ۔ آپ نے چادر کو ہٹا کر سلمانؓ کے چہرے پر نظر ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ سلمانؓ کے ہونٹوں پر تبسم تھا علیؑ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ جناب امیرؑ دُعا فرما رہے تھے کہ اے سلمانؓ تم پر رحمت ہو۔ اے سلمانؓ! جب رسول اللہؐ

سے ملنا تو سب کچھ بتا دینا۔ جو اُمت نے میرے ساتھ برتاؤ کیا ہے تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر نمازِ جنازہ پڑھی دو آدمی اور ان کے ساتھ تھے جو نماز پڑھ رہے تھے۔ پوچھا یہ حضرات کون ہیں فرمایا ایک حضرت خضرؑ اور دوسرے جعفر طیارؓ اور ان کے ساتھ ملائکہ کی صفیں تھیں۔

حضرت سلمانؓ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے ڈھائی سو سال ساڑھے تین سو سال، چار سو سال اور بعض کے نزدیک اُنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔ بہر حال اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ آپ کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں بیان ہوئی ہیں۔ عبداللہ اور محمد دونوں فرزندوں سے نسلِ سلمانی پھلی پھولی ہے۔ آپ نے قبل از اسلام کوئی شادی نہ کی۔ بعد میں دو شادیاں کیں ایک عربی اور ایک عجمی۔ عربی زوجہ کا انتقال ہو گیا اور عجمی بیوی ان کے بعد تک زندہ رہیں۔

شیخ طوسی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم آپ سے سلمانؓ فارسی کا بہت ذکر سنا کرتے ہیں امامؑ نے فرمایا سلمانؓ فارسی مت کہو بلکہ سلمانؓ محمدیؐ کہو۔ کیا تو جانتا ہے کہ کس سبب سے ہم ان کو بہت یاد کرتے ہیں؟ راوی نے کہا نہیں حضرتؑ نے فرمایا تین خصلتوں کے سبب اوّل یہ کہ اُنھوں نے اپنی خواہش پر جناب امیرؑ کی خواہش کو ترجیح دی اور اختیار کیا۔ دوسرے یہ کہ فقیروں کو دوست رکھتے تھے اور اُن کو مال داروں اور صاحبانِ عزّت و شرف پر ترجیح دیتے تھے تیسرے یہ کہ علم اور علماء کو دوست رکھتے تھے بے شک

سلمانؓ خدا کے شائستہ بندہ تھے اور ہر باطل سے کترا کر حق کی طرف مائل ہوتے تھے اور مسلمان حقیقی تھے اور کسی طرح کا شرک اختیار نہ کیا تھا۔

حضرت سلمانؓ اور یہودی جماعت کا امتحان

علامہ مجلسیؒ نے حیات القلوب میں تفسیر امام حسن عسکریؑ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، کا گذر ایک دن یہودیوں کی ایک جماعت کی طرف ہوا۔ اُن لوگوں نے آپؓ سے خواہش کی کہ ان کے پاس تشریف رکھیں۔ اور جو کچھ پیغمبرِ اسلامؐ سے سُنا ہے ان سے بیان کریں۔ جناب سلمانؓ ان کے پاس بیٹھ گئے اور اُن کے اسلام لانے کے انتہائی لالچ میں کہا کہ میں نے رسولؐ سے سُنا ہے کہ اَللہ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! کیا ایسا نہیں ہے کہ ایک گروہ کو تم سے بڑی حاجتیں ہوتی ہیں اور تم ان کی حاجتیں پوری نہیں کرتے ہو مگر اسی وقت جبکہ وہ اس سے سفارش کراتے ہیں جو خلق میں تم کو زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ جب وہ ان کو ان کی شان و منزلت کے سبب تمھارے نزدیک اپنا شفیع قرار دیتے ہیں تو تم ان کی حاجتیں بر لاتے ہو۔ اسی طرح سمجھ لو کہ میرے نزدیک میری مخلوق میں سب سے زیادہ ذی قدر و ذی مرتبہ اور ان میں سب سے افضل و برتر محمدؐ اور اُن کے بھائی علیؑ اور آئمہؑ جو اُن کے بعد ہونے والے ہیں جو خلق کے وسیلہ اور ذریعہ میری بارگاہ میں ہیں لہٰذا جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو جو مخلوق میں سب سے زیادہ نیک پاک اور گناہوں سے معصوم ہیں شفیع و وسیلہ قرار دے تاکہ میں اس کی حاجتیں بر لاؤں۔ اس شخص سے بہتر طریقہ سے

جس کو کوئی اس کے محبوب ترین شخص کے شفیع قرار دینے سے بر لاتا ہے یہ سُنکر ان یہودیوں نے بطور مذاق کہا کہ پھر آپ کیوں خُدا سے ان کو وسیلہ قرار دے کر سوال نہیں کرتے اور اُن کے حق سے توسل اختیار کر کے دُعا نہیں کرتے تاکہ خدا ان کے طفیل میں آپ کو اہل مدینہ میں سب سے زیادہ بے نیاز کر دے۔ سلمانؓ نے فرمایا کہ میں نے ان کو وسیلہ اور ذریعہ اور شفیع قرار دیکر خدا سے اُس چیز کا سوال کیا جو دنیا کے تمام ملک سے زیادہ عظیم اور نافع تر ہے۔ کہ خدا مجھے ان کی عظمت و بزرگی اور مدح و ثنا بیان کرنے کے لئے زبان عطا فرمائے۔ اور ایسا دل کرامت فرمائے جو اس کی نعمتوں پر شکر کرنے والا ہو اور عظیم مصیبتوں پر صبر کرنے والا ہو۔ تو خُدا نے میری دُعا قبول فرمائی اور جو کچھ میں نے طلب کیا تھا مجھے عطا فرمایا اور وہ تمام دُنیا کی بادشاہی اور جو کچھ دُنیا میں نعمتیں ہیں اُن سے لاکھوں درجہ بہتر و برتر ہے۔ تو یہودیوں نے آپ کا مذاق اُڑایا۔ اور کہا اے سلمانؓ تم نے مرتبہ عظیم و بلند کا دعویٰ کیا ہے۔ اَب ہم مجبور ہیں کہ تمھارا امتحان کریں کہ تم اپنے دعوے میں سچے ہو یا نہیں۔ لہٰذا پہلا امتحان تو یہ ہے کہ ہم اپنے تازیانوں سے تم کو مارتے ہیں تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ ہمارے ہاتھ تم سے روک دے۔ سلمانؓ نے دُعا کی پروردگارا مجھ کو ہر بلا پر صبر کرنے والا قرار دے۔ وہ بار بار یہ دُعا کرتے تھے اور وہ ملعون یہودی آپؓ کو تازیانے لگاتے تھے یہاں تک کہ تھک گئے۔ اور رنجیدہ ہوئے اور سلمانؓ اس دُعا کے علاوہ اور کچھ نہ کہتے تھے۔ جب وہ تھک کر رُکے تو کہنے لگے ہم کو گمان نہ تھا کہ کسی کے بدن میں روح باقی رہتی اس شدید عذاب کے سبب جو ہم نے تم پر وارد کیا ہے۔ تم نے خدا سے

یہ دُعا کیوں نہ کی کہ ہم کو تمھاری ایذا رسانی سے روک دیتا۔ سلمانؓ نے فرمایا کہ یہ دُعا صبر کے خلاف تھی۔ بلکہ میں نے قبول و منظور کیا اور اس مہلت پر راضی ہوا جو خدا نے تم کو دے رکھی ہے۔ اور میں نے دُعا کی خدا سے کہ مجھے اس بلا پر صبر عطا فرمائے۔ چنانچہ اُن یہودیوں نے تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا۔ پھر اُٹھے اور کہا اس مرتبہ تم کو اتنا ماریں گے کہ تمھاری جان نکل جائے۔ یا محمدؐ کی رسالت سے انکار کرو۔ جب سلمانؓ نے فرمایا ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ بے شک خُدا نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمایا کہ "وہ لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں" اور یقیناً تمھاری اذیت رسانی پر میرا صبر کرنا اس لئے ہے کہ میں اس جماعت میں داخل ہو جاؤں جن کی خلاق عالم نے اس آیہ میں مدح کی ہے اور یہ صبر میرے لئے سہل اور آسان ہے۔ پھر ان ظالموں نے سلمانؓ کو مارنا شروع کیا۔ اور مارتے مارتے تھک گئے تو چھوڑ کر بیٹھے اور بولے کہ اے سلمانؓ! اگر بیشک خدا تمھاری کوئی قدر ہوتی اس ایمان کے سبب سے جو محمدؐ پر لائے ہو تو یقیناً وہ تمھاری دُعا مستجاب کرتا اور ہم کو تم سے باز رکھتا۔ سلمانؓ نے فرمایا تم لوگ کیسے جاہل ہو۔ خدا میری دُعا کیسے قبول کرتا۔ کیا میرے لئے اس کے خلاف کرتا جو کچھ میں نے اس سے طلب کیا ہے۔ میں نے تو اس سے صبر طلب کیا ہے۔ اس نے میری دُعا قبول فرمائی۔ اور مجھے صبر کرامت فرمایا اگر اس سے طلب کرتا کہ تم کو مجھ سے باز رکھے اور تم کو باز نہ رکھتا تو میری دُعا کے خلاف ہوتا۔ جیسا کہ تم گمان کرتے ہو۔ پھر تیسری بار وہ ملاعین اُٹھے اور تازیانے کھینچ کر جناب سلمانؓ کو مارنے لگے۔ آپؓ اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے کہ خداوندا مجھے ان بلاؤں پر صبر عطا فرما جو مجھ پر

تیرے برگزیدہ اور محبوب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت
میں نازل ہو رہی ہیں تو ان کافروں نے کہا اے سلمانؓ تم یہ داعے
ہو۔ کیا محمدؐ نے تمھیں تقیہ کے لئے اجازت نہیں دی ہے کہ اپنے
دشمنوں سے کفر کی باتیں کہہ دو۔ ہم تم کو مجبور کر رہے ہیں۔ سلمانؓ نے
کہا خدا نے مجھے اس امر میں تقیہ کی اجازت دی ہے لیکن واجب
نہیں قرار دیا ہے۔ بلکہ جائز کیا ہے کہ میں وہ بات کہہ دوں جس پر
تم مجھے مجبور کر رہے ہو۔ اور تمھاری ایذا رسانی اور تکلیف دینے پر
صبر کروں تو یہ اس سے بہتر ہے۔ میں اس کے سوا کچھ پسند نہیں کرتا
غرض پھر اشقیاء اٹھے اور ان کو بے شمار تازیانے مارے کہ حضرتؓ
کے جسم مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ اور مذاق کے طور پر کہتے تھے
کہ خدا سے نہیں کہتے ہو کہ ہم کو تمھاری آزار رسانی سے باز رکھے اور وہ
بھی نہیں کہتے جو ہم تم سے چاہتے ہیں لہٰذا ہم پر نفریں کرو کہ خدا ہم کو
ہلاک کرے۔ اگر تم اپنے اس دعوٰی میں سچے ہو کہ خداوند عالم تمھاری
دعا کو رد نہیں کرتا اگر محمدؐ و آل محمدؐ کے توسل سے کرو۔ جناب
سلمانؓ نے فرمایا میں کراہت رکھتا ہوں اس سے کہ خدا سے تمھاری
ہلاکت کی دعا کروں تو اس کے خلاف ہو گا۔ یہ سُنکر اُن کافروں نے
کہا کہ اگر اس سے ڈرتے ہو تو اس طرح دعا کرو کہ خداوندا ہلاک کر اس کو
جس کے بارے میں تو جانتا ہے کہ وہ بغاوت اور سرکشی پر باقی رہے گا
اگر اس طرح دعا کرو گے تو اس بات کا خوف نہ رہے گا جس کا تم کو خیال
ہے۔ اسی اثناء میں اس مکان کی دیوار شق ہوئی جس میں کہ وہ لوگ
تھے اور جناب سلمانؓ نے حضرت رسالتمآبؐ کو دیکھا آپؐ فرما رہے
تھے اے سلمانؓ ان ظالموں کی ہلاکت کی دعا کرو کیونکہ ان میں کوئی

ایسا نہیں ہے جو ایمان لائے اور نیکی و ہدایت حاصل کرے جیسطرح
حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کی تھی جبکہ سمجھ لیا تھا کہ
ان کی قوم ایمان نہ لائے گی۔ سوائے ان کے جو ایمان لا چکے ہیں۔ یہ امر
پا کر سلمانؓ نے فرمایا۔ اے یہودیو! تم کس طرح ہلاک ہونا چاہتے
ہو۔ بتاؤ تو اسی امر کے لئے خدا سے دعا کروں۔ وہ بدنصیب بولے
کہ یہ دعا کرو کہ خداوندا ان میں سے ہر شخص کے تازیانے کو ایک
ایک سانپ کی شکل میں بدل دے جو اپنا سر اٹھائے اور اپنے اپنے
مالک کی ہڈیاں چبا ڈالے۔ جناب سلمانؓ نے اسی طرح دعا کی تو ہر ایک کا
تازیانہ سانپ بن گیا جن میں سے ہر ایک کے دو دو سر تھے ایک
سے اپنے مالک کا سر اور دوسرے سے اس کا داہنا ہاتھ پکڑا جسمیں
وہ تازیانہ لئے ہوئے تھا اور تمام ہڈیاں چور چور کر ڈالیں اور چبا کر
کھا لیا اسی وقت جناب رسولؐ خدا نے اپنی مجلس میں جہاں کہ تشریف
فرما تھے فرمایا کہ اے مسلمانو! خداوند عالم نے تمھارے ساتھی
سلمانؓ کی اس وقت بیس منافقوں اور یہودیوں کے مقابلہ میں
مدد کی اور ان کے تازیانوں کو سانپ بنا دیا۔ جنہوں نے ان کو چور
چور کر کے کھا لیا لہٰذا چلو ان سانپوں کو دیکھیں جن کو خدا نے
سلمانؓ کی مدد کے لئے تعینات فرمایا ہے۔ غرض جناب رسولؐ خدا
اور آپ کے اصحاب اٹھے اور اس مکان کی طرف چلے۔ اس وقت
اس میں پاس پڑوس والے منافقین و یہودی ان کافروں کے
چیخنے چلانے کی آوازیں سنکر جمع ہو گئے تھے جبکہ ان کو سانپ
کاٹ رہے تھے جب ان لوگوں نے یہ حال دیکھا تو خوف زدہ ہو کر
دور ہٹ گئے تھے۔ جب آنحضرتؐ وہاں تشریف لائے تو وہ سب

سانپ اس گھر سے نکل کر مدینہ کی گلی میں آ گئے جو بہت تنگ تھی خداوند عالم نے اس کو دس گنا کشادہ کر دیا۔ حضرت کو دیکھ کر ان سانپوں نے ندا کی "السلام علیک یا سید الاولین والآخرین" پھر جناب امیر علیہ السلام پر سلام کیا اور کہا السلام علیک یا علی یا سید الوصیین پھر آپؐ کی ذریت طاہرہ پر سلام کیا اور کہا السلام علی ذریتک الطیبین الطاہرین جعلوا علی الخلائق قوامین۔ یعنی سلام ہو آپؐ کی اولاد پر جو پاک و معصوم ہیں جن کو خدا نے امور خلق کے ساتھ قیام کرنے والا قرار دیا ہے۔ یا رسولؐ اللہ ہم ان منافقوں کے تازیانے ہیں۔ خدا نے ہم کو اس مومن سلمانؓ کی دعا سے سانپ بنا دیا ہے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں خدا کے لئے سزاوار ہیں کہ جس نے میری امت میں سے اس کو قرار دیا جو صبر کرنے والا اور بددعا نہ کرنے والا اور نہ نفرین کرنے والا مثل حضرت نوحؑ کے ہے۔ پھر ان سانپوں نے آواز دی کہ یا رسول اللہ ان کافروں پر ہمارا غضب و غصہ شدید ہو چکا ہے۔ آپؐ کا اور آپؐ کے وصیؑ کا حکم خدا کے ملکوں میں جاری ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ آپؐ خداوند عالم سے دعا فرماویں کہ ہم کو جہنم کے ان سانپوں میں سے قرار دے دے جن کو ان ملاعین پر مسلط فرمائے گا۔ تاکہ ہم ان پر جہنم میں بھی عذاب کرنے والے ہوں جس طرح ان کو دنیا میں ہم نے نیست و نابود کر دیا جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو کچھ تمہاری تمنا تھی خدا نے منظور فرمائی۔ لہٰذا جہنم کے سب سے نیچے طبقوں میں چلے جاؤ اور ان کافروں کی ہڈیاں جو تمہارے پیٹ میں ہیں اگل دو۔ تاکہ ان کی

ذلت و خواری کا ذکر زمانہ میں زیادہ ہو اس سبب سے کہ لوگ ان کو دفن کر دیں تاکہ مومنین جو ان کی قبروں کی طرف سے گزریں تو عبرت حاصل کریں اور کہیں کہ یہ ملعونوں کی اولاد میں ہیں جو محمدؐ کے دوست اور مومنین میں برگزیدہ سلمانؓ محمدیؐ کی بددعا سے غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ یہ سنکر ان سانپوں نے جو کچھ ان کے پیٹ میں ان کی ہڈیاں تھیں اگل دیں اور ان کافروں کے اعزا و اقربا نے آ کر ان کو دفن کیا اور بہت سے کافروں نے یہ معجزہ دیکھ کر اسلام قبول کیا اور بہت سے کافروں اور منافقوں پر شقاوت غالب ہوئی اور سب کہنے لگے کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمانؓ سے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ تم میرے مومن بھائیوں میں خاص ہو اور مقرب فرشتوں کے دلوں کے محبوب ہو۔ بے شک تم آسمانوں، خدا کے حجابوں، عرش و کرسی، اور جو کچھ عرش کے درمیان تحت الثریٰ تک ہے ان کے نزدیک فضیلت و کرامت میں مشہور و معروف ہو۔ تم ایک آفتاب ہو جو طالع ہوئے ہو۔ اور ایک دل ہو جس پر گرد و غبار اور ہوا کی تیرگی نہیں اور اس آیۂ کریمہ میں تمہاری مدح کی گئی ہے۔ "الذین یومنون بالغیب"

پس فرمان رسولؐ کے بعد راقم عاجز و قاصر ہے کہ کچھ لکھ سکے۔

حاملِ سرِّ خفی، عارفِ قرآن کریم
اس پہ روشن ہے رموزِ صحف ابراہیمؑ
تابشِ نورِ خدا، روشنیٔ شمع قدیم
نائبِ عیسیٰؑ مریمؑ، شرفِ شانِ کلیمؑ

عزم و کردار سے آفاق میں سلماںؓ بنا
تھا جو نباضِ جہاں وقت کا لقمانؓ بنا
(احسانؔ امروہوی)

اس میں کچھ شک نہیں کہ سخت گناہگار ہوں میں مگر اتنا ضرور ایمان رکھتا ہوں کہ میرا اللہ غفار ہے۔ اس لئے کفرانِ نعمت کی جرأت کر کے میں اپنی گناہوں کی گٹھری کو مزید وزنی نہیں بنانا چاہتا ہوں لہٰذا بارگاہ قدس میں سربسجود نہایت عجز و انکساری کے ساتھ ہدیۂ تشکر بجا لاتا ہوں کہ وہ ذات والا صفات عاصی و خطاکار کا بھی شکرانہ قبول کرنے والی ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ اسی کی توفیق و نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ اس نے مجھ جیسے جاہل کو یہ ہمت عطا فرمائی کہ میں اس کے دوستوں اور اس کے رسولؐ کے چار یاروں کی خدمات میں اپنی عقیدت مندانہ معروضات پیش کرنے کا شرف حاصل کر سکا۔ بے شک حق یہ ہے کہ ان حضرات بابرکات کی صفت و توصیف اور مدح و منقبت کا حق ادا کرنا میری استطاعت اور غیر علمی قابلیت سے باہر ہے۔ لیکن جو کچھ بھی ہو سکا وہ محض ایک فیض کی بدولت ہوا اگر اس میں تائید خاصانؑ نہ ہوتی تو شاید یہ موقع ہی میسر نہ آتا۔ میں نے ان مظلوم روحانی بادشاہوں کے حالات کی نشر و اشاعت کی کوشش کی ہے جن کے سنہرے کارناموں کو سطوت شاہی اور مادی اقتدار کے داؤ پر لگایا جا چکا ہے۔ ان کے کارہائے نمایاں اور اعزازات کو زیر تحت افراد کو سونپنے کی سوچی سمجھی تدبیر آج تک بروئے کار ہے۔ یہ امر یقیناً میرے لئے باعث مسرت ہے کہ میں

نے حقدار کو اس کا حق ادا کرنے کی آواز بلند کی ہے اور غاصب کے ظلم کا اظہار عام کیا۔ اب اگر کوئی جماعت مخلصین اس سلسلہ میں دست تعاون بڑھائے تو یقیناً اسلامی تاریخ کے پوشیدہ خزانے تلاش کئے جا سکتے ہیں۔ یہ صحابہ یا دیگر یاران پیغمبرؐ جو خدمت رسولؐ میں آنے کے بعد راہِ مستقیم پر پامردی سے ثابت قدم رہے اور تمسک بالثقلین کی ہدایت رسولؐ پر تادمِ آخر قائم رہے اپنے عزیزوں کے سامنے کندن کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں جس طرح ان کی حیات میں دنیا والوں کے مظالم ان کے پایہ استقلال کو جنبش نہ دے سکے اسی طرح ان کی مادی زندگی کے بعد بھی زمانے کے ظلم و ستم اور مکار سیاست ان کے کردار و ایمان کے بلند سر کو خمیدہ نہ کر سکے۔ ان کے کمالات کو جس قدر چھپایا گیا وہ اسی قدر کرامات کی صورت میں ابھرتے چلے گئے۔ ان کے اوصاف جتنا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی وہ اتنا ہی ظاہر ہوئے۔ ان کے ذکر پر جتنی پابندیاں عائد کی گئیں ان کی اہمیت میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ یہ دنیا جس بات کو چھپانا چاہتی تھی خدا کو اسے ظاہر کرنا مقصود ہے۔

اب ہم عالم اسلام سے مؤدبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ جماعت اصحاب رسولؐ میں کوئی ایک بھی فرد ایسا پیش کریں جس کا ایمانی درجہ، روحانی مقام، اخلاقی کردار اور انسانی مرتبہ ان اصحاب رسولؐ رضی اللہ عنہم کے ہم پلہ ہو۔ کیا یہ اعجاز خداوندی نہیں ہے کہ حکومت و اقتدار کے بل بوتے پر ان کے فضائل پر لاکھوں پردے ان کے نور ایمانی کی ایک شعاع سے راکھ ہو گئے اور زمانہ

ان کے نورِ ایقانی سے روشن و منور ہو گیا۔ ان یارانِ رسولؐ کی یہ خصوصی انفرادیت ہے کہ انھوں نے فلسفۂ حیات کے ہر گوشہ پر غلبہ حاصل کیا اور فلسفۂ اسلام کے ساتھ انھیں یوں سنوار دیا کہ آج ان کا ایک ایک قدم مشعل راہ بن گیا ہے۔ جو اصحاب معصوم نہ تھے انھوں نے اُپنے نفس امارہ سے ایسا جہاد کیا کہ عصمت کے مظہر نظر آنے لگے۔ اسلامی کتابیں سلاطین کے قصائد سے بھری ہوئی ہیں ہزاروں میل کی فتوحات کو ہم نے اپنا سرمایہ تاریخ سمجھ رکھا ہے اور محل و قصور ہماری نظر میں نشانات ہدایت ہیں۔ مگر یہ سب سننے پر بھلا ضرور لگتا ہے۔ پڑھنے میں بھی مزا دیتا ہے لیکن غور کرنے پر سخت تلخی کا سبب بنتا ہے۔ کیونکہ! اگر کبھی ہمارے بادشاہوں کی تلوار تیز تھی تو جب آب تلوار گئی تو ساتھ آبرو بھی لیتی گئی۔ اگر دھار تیز تھی تو کند بھی ہوئی اور ایسی ہوئی کہ آج تک دھار لگ نہ سکی۔ اسلام فوج کشی اور ملک گیری کا ضابطہ نہیں۔ بلکہ یہ نظام حیات ہے۔ یہ زندگی بخش ہے۔ زندہ رہنا سکھاتا ہے اس میں امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔ ایک قطرہ خون ناجائز بھی برداشت نہیں کرتا ہے۔ پس اسلام کو زندگی کا پیغام بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیجئے نہ کہ اس کو موت کی تلوار کہلوائیے۔ اور اگر اسلام سلامتی ہے تو پھر سوائے متمسک بالثقلین یارانِ رسولؐ کے اور کوئی اس کا نمونہ اور نظیر نہیں نظر آئے گا جس کی پیروی حقیقی اسلام کی اتباع ہو۔ والسّلام

عبدالکریم مشتاق